گناہوں سے توبہ کیجئے

محبوب العلماء والصلحا

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہم

مکتبۃ الفقیر

223 سنت پورہ فیصل آباد

+92-041-618003

گناہوں سے توبہ کیجئے

از افادات

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ناشر

مکتبۃ الفقیر

223 سنت پورہ فیصل آباد

+92-041-618003

نام کتاب ———— گناہوں سے توبہ کیجئے

از افادات ———— حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

مرتب ———— فقیر شاہ محمود نقشبندی

ناشر ———— مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد

اشاعت اول ———— جولائی 2005ء

اشاعت دوم ———— نومبر 2005ء

اشاعت سوم ———— اپریل 2006ء

اشاعت چہارم ———— اکتوبر 2006ء

اشاعت پنجم ———— اپریل 2007ء

اشاعت ششم ———— فروری 2008ء

اشاعت ہفتم ———— ستمبر 2008ء

اشاعت ہشتم ———— جون 2009ء

اشاعت نہم ———— نومبر 2009ء

کمپیوٹر کمپوزنگ ———— ڈاکٹر شاہ محمود نقشبندی

تعداد ———— 1100

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
گناہ کسے کہتے ہیں؟	5
گناہ کی حقیقت	6
گناہ کی تاثیر	6
شیطان کی کوشش	7
چھوٹے گناہ کو چھوٹا نہ سمجھئے	8
مقامِ عبرت	9
خطرے کی بات	10
جفانہ کیا کرو	11
عالمِ مثال میں انسانوں کی شکلیں	12
جاہل اور اجہل میں فرق	14
گناہوں کے نقصانات کا علم	14
علم کے باوجود گمراہی	18
نیکی اور گناہ میں فرق	19
نورِ قلبی کی حفاظت	19
گناہوں سے بچنے کا مقام	20
گناہوں سے بچنے کا انعام	21
گناہ سے نفرت ایمان کی سلامتی کی دلیل ہے	24
حقیقی جوانمرد	24
گناہ سے بھی بری چار باتیں	25
گناہِ کبیرہ میں دس خرابیاں	26
گناہ کرنے کی چار وجوہات	27
گناہوں پر چار گواہ	29
گناہ کا شوق اور عذاب کا ڈر	31
معرفت بھری بات	33
گنہگار اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے	34
ایمان سے محروم کر دینے والے گناہ	34
۱)......احکامِ شریعت کو بوجھ سمجھنا:	35
۲)......سوءِ خاتمہ کا ڈر نہ ہونا:	35
۳)......نعمتِ اسلام پر شکر ادا نہ کرنا:	36
گناہ نجاست کی مانند ہے	36
گناہ کی بدبو	37
نیکی کی خوشبو	38
قبر میں بدن خراب ہونے یا نہ ہونے کی وجہ	41

عنوان	صفحہ نمبر
ایک حیران کن منظر	43
قبر کیا سلوک کرتی ہے؟	43
قبر میں عذابِ الٰہی کے مناظر	44
مٹی میں پھول......!!!	48
ایک مسلمہ حقیقت	49
گناہوں کے مضر اثرات	51
گناہ کی سزا کی تین صورتیں	57
چھ کام بے فائدہ ہوتے ہیں	60
سوچنے کی بات	60
اہلِ نظر کی دعاؤں کی برکات	62
خوفِ خدا ہو تو ایسا......!!!	62
اتنی پاکباز ہستیاں......!!!	64
سچی پکی توبہ کا ارادہ کریں	65
شرمندگی کی آگ	67
عجیب وغریب سفارشی	68
گناہ کے موقع سے بچنے کی دعا	69
دو عجیب دعائیں	60
توبہ کرتے وقت رونے کی فضیلت	70
سچی توبہ کی شرائط	71
۱) ندامت	71
۲) گناہ کو چھوڑ دے	71
۳) آئندہ سے نہ کرنے کا ارادہ	71
توبہ کے بعد کرنے کے چار کام	71
۱) حقوق العباد کی معافی	72
۲) دل کو منفی جذبات سے خالی کرے	72
۳) فساق وفجار سے علیحدگی اختیار کرے	73
۴) مُکافاتِ عمل	74
سچی توبہ کے چار انعامات	75
ایک شرابی کی بخشش کا واقعہ	76
ایک عورت کی لاجواب توبہ	77
ایک واقعہ	79

☆☆☆☆☆

گناہوں سے توبہ کیجئے

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَکَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ط (الانعام: ۱۲۰)

............وَقال اللّٰه تعالیٰ فِی مقام اٰخر ....

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ

............وَقال اللّٰه تعالیٰ فِی مقام اٰخر ....

مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءً ا یُّجْزَ بِهٖ (النساء: ۱۲۳)

............وَقال اللّٰه تعالیٰ فِی مقام اٰخر ....

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا○(التحریم: ۸)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ○ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ○

وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.

گناہ کسے کہتے ہیں؟

اللہ رب العزت کے حکم کے خلاف کوئی کام کرنا یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سنت کے خلاف کرنا یا دین میں کسی نئی بات کا پیدا کرنا گناہ کہلاتا ہے۔ وہ گناہ انسان جسم کے ظاہری اعضاء سے کرے یا باطن سے مثلاً حسد، لالچ، بغض، کینہ

،جھوٹ ،غیبت اور بدخواہی وغیرہ۔ کھلم کھلا کرے یا چھپ کر کرے ،سب کچھ گناہوں میں داخل ہے۔اوراس کے چھوڑنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ط (الانعام:۱۲۰)

[اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا]

گناہ کی حقیقت

گناہ کا آغاز مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہوتا ہےاورانجام جہاز کے لنگر کی طرح مضبوط ہوتا ہے۔شروع میں تو انسان سوچتا ہے کہ ایک دوبار گناہ کر کے پھر چھوڑ دوں گا مگر آج اور کل کرتے کرتے گناہ کی عادت اتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ بعد میں چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ گناہ آکاش بیل کی طرح ہوتا ہے جو انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کرتا ہے۔آپ نے بعض درختوں پر پیلی سی بیل دیکھی ہوگی، وہ اس پورے درخت کو اس طرح اپنے قابو میں لے لیتی ہے کہ درخت کی نشو ونما رک جاتی ہے۔اسی طرح گناہ کرتے کرتے انسان کی روحانی نشو ونما رک جاتی ہے۔ گناہ کی مثال ناسور کی مانند ہے۔ ناسور اگر رہے تو تکلیف دیتا ہےاور اگر علاج نہ کریں تو وہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہ گناہ انسان کے روحانی لباس پر دھبے ہوتے ہیں۔ جیسے انسان کو ظاہر کے لباس پر دھبہ اچھا نہیں لگتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کو روحانی لباس داغدار اچھا نہیں لگتا۔

گناہ کی تاثیر

ہر چیز کے اندر کوئی نہ کوئی تاثیر ہوتی ہے۔ گناہ کے اندر یہ تاثیر ہے کہ انسان کو اس سے ندامت ملتی ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ دو باتیں لوہے پر لکیر کی مانند ہیں۔ گناہ سے انسان ندامت پاتا ہےاور نیکی سے انسان سلامت پاتا ہے۔ اگر ایک انسان کتنی

ہی کامیابی کے ساتھ گناہ کیوں نہ کرے، اسے کوئی سمجھانے والا یا منع کرنے والا نہ ہو، گویا گناہ کے تمام اسباب مہیا ہوں اور وہ من مرضی سے گناہ کرے، پھر بھی گناہ اس شخص کے لئے دنیا و آخرت کی ندامت کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے ہمارے اکابر نے فرمایا کہ مؤمن گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے کوئی بچھو ہوتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بچھو چھوٹا ہو یا بڑا، ہر کوئی اسے دیکھ کر ڈر جاتا ہے۔ آپ نے کبھی کسی ایسے آدمی کو نہیں دیکھا ہوگا جو اپنے ہاتھ میں بچھو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس لئے کہ بچھو چھوٹا ہو یا بڑا، اس میں زہر ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، بہر حال اس میں ندامت ہوتی ہے۔ ہمارے مشائخ کے نزدیک گناہ انگارے کی مانند ہے۔ انگارہ چھوٹا ہو یا بڑا، ہاتھ لگانے سے ہاتھ کو جلاتا ہے۔ بلکہ اگر چھوٹے انگارے سے غفلت برتی جائے تو بعض اوقات بھڑک اٹھتا ہے اور آگ لگا دیتا ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے۔

كُلُّ مَا نُهِيَ عَنْهُ فَهُوَ كَبِيْرَةٌ

[ہر وہ کام جس سے شریعت نے بچنے کا حکم دیا ہے، وہ کبیرہ گناہ ہے]

شیطان کی کوشش

شیطان انسان کی نگاہوں میں گناہوں کو ہلکا کر کے پیش کرتا ہے۔ یہ اس کا ایک بڑا وار ہے۔ وہ گناہ کے بارے میں دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ

......یہ گناہ تو اکثر لوگ کرتے ہی رہتے ہیں

......یہ تو ہو ہی جاتا ہے

......اس سے بچنا تو بہت مشکل ہے

......آج کل تو بے پردگی بہت عام ہے، اس لئے نگاہوں کو بچانا تو بہت مشکل ہے۔

شیطان انسان کی نگاہوں میں ان گناہوں کو اس لئے چھوٹا کر کے پیش کرتا ہے تا کہ وہ کرتا ہی رہے۔ اسی لئے فاسق گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے کوئی مکھی بیٹھی تھی اور اس کو اڑا دیا۔ جب کہ مومن بندہ گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے سر کے اوپر کوئی پہاڑ رکھ دیا گیا ہو۔

بلکہ کئی مرتبہ تو شیطان گناہ کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ. (حم السجدة: ۲۵)

[اور لگا دیئے ہم نے ان کے پیچھے ساتھ رہنے والے، پھر انہوں نے ان کی آنکھوں میں خوبصورت بنا دیا اس کو جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ اور ٹھیک پڑ چکی ان پر عذاب کی بات ان فرقوں کے ساتھ جو گزر چکے ان سے پہلے جنوں کے اور آدمیوں کے، بے شک وہ تھے خسارہ پانے والے]

چھوٹے گناہ کو چھوٹا نہ سمجھئے

یہاں پر آ کر سالک کو احتیاط ضروری ہے کہ وہ حکمِ خدا کو حکمِ خدا سمجھے اور وہ اپنے دل میں عظمتِ الٰہی اتنی بٹھائے کہ حکمِ خدا کے خلاف اس کے ذہن میں خیال ہی پیدا نہ ہو۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ

لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيْرَةً اِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصٰى

[تم چھوٹے گناہ کو ہر گز چھوٹا نہ سمجھو اس لئے کہ بڑے بڑے پہاڑ چھوٹے چھوٹے پتھروں سے مل کر بنتے ہیں]

اس لئے جب انسان گناہِ صغیرہ پر اصرار کرتا رہتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے اندر ایک قول بہت مشہور تھا۔ اکثر صحابہ گفتگو کے دوران

وہ قول ایک دوسرے کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ اس قول کا مفہوم یہ بنتا ہے:

لَا صَغِيرَةَ مَعَ الْإِصْرَارِ وَلَا كَبِيرَةَ مَعَ الْإِسْتِغْفَارِ

(اصرار سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّناً وَّهُوَ عِندَ اللهِ عَظِيمٌ. (النور: ۱۵)

[اور تم اس کو ہلکا سمجھتے ہو حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے]

مقامِ عبرت

بنی اسرائیل میں ایک راہب تھے۔ ان کا نام داموسؒ تھا۔ ان کے علاقے میں خشک پہاڑ تھے۔ ان پر سبزے کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنے گھر سے باہر نکلے تو ان کی نظر پہاڑ پر پڑی۔ دل میں خیال آیا کہ اگر یہاں آبشاریں ہوتیں، مرغزاریں ہوتیں، درخت ہوتے تو کتنا اچھا منظر دکھائی دیتا۔ اب اگرچہ انہوں نے اپنے دل ودماغ میں یہ بات سوچی تھی، مگر جو زیادہ مقرب ہوتے ہیں، ان کی چھوٹی باتوں پر بھی پکڑ آجاتی ہے، لہٰذا ان پر اللہ رب العزت کی طرف سے عتاب ہوا اور دل میں یہ بات القاء ہوئی:

''اب تم نے بندگی چھوڑ دی اور ہمارے مشیر بن گئے، اب تمہیں ہماری تخلیق میں نقص نظر آتا ہے۔''

بس اس بات کے دل میں القاء ہونے پر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ یہ تو آدابِ بندگی کے خلاف ہے۔ انہوں نے یہ سوچ کر رونا شروع کر دیا کہ میں نے ایسا کیوں سوچا...... یہ بھی اللہ رب العزت کی طرف سے توفیق ہوتی ہے کہ فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے...... اچھا، غلطی کا احساس ہونے پر انہوں نے یہ نیت کر لی کہ جب تک مجھے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اشارہ نہیں مل جائے گا کہ

میری غلطی کو معاف کر دیا گیا ہے۔ میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ ہی پیوں گا اور یوں اپنے نفس کو سزا دوں گا۔

ایک مرتبہ بستی والوں کے ہاں کوئی تقریب تھی۔ حضرت داموسؒ بھی وہاں پہنچ گئے۔ کسی نے کہا، جی کھانے کے لئے تشریف لائیے۔ انہوں نے فرمایا، میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس نے کہا، جی رات کے وقت تو روزہ نہیں ہوتا۔ انہوں نے فرمایا، روزے کی بات نہیں ہے، میں نے کھانا نہیں ہے۔ کچھ لوگ لسوڑھے کی مانند ہوتے ہیں اور وہ چمٹ جاتے ہیں۔ وہ اگلے بندے کی مجبوری کو سمجھنے کی بجائے اپنے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کچھ بندوں نے کہا، نہیں حضرت! آپ ضرور تشریف لائیں۔ اب ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ بالآخر اُن میں سے کسی ایک نے کہا، جی! آپ یہ تو بتائیں کہ آپ نے کھانا پینا بند کیوں کیا ہے؟ اب انہوں نے صاف صاف بات بتا دی اور کہا کہ میں نے اسی وجہ سے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ وہ عوام الناس تھے، وہ اس بات کو کیسے سمجھتے۔ لہٰذا وہ ہنس کر کہنے لگے، بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ حتیٰ کہ ان سب نے مل کر کہا، جناب! آپ کے اس گناہ پر جو عذاب ہوگا وہ ہم سب مل کر تقسیم کر لیں گے، آپ کھانا کھائیں۔ جیسے ہی انہوں نے یہ الفاظ کہے تو داموسؒ کے دل میں فوراً الہام ہوا کہ اے میرے پیارے! یہ لوگ عذاب کو اتنا ہلکا سمجھ رہے ہیں لہٰذا آپ اس بستی کو فوراً چھوڑ دیجئے۔ ان سب کو ابھی ہلاک کر دیا جائے گا ...... اللہ اکبر ...... یوں بندہ اپنی اوقات بھول جاتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ پروردگار کی پکڑ پھر کیسے ہوتی ہے۔

خطرے کی بات

جب انسان کسی گناہ کو ہلکا سمجھنا شروع کر دے تو یہ بڑی خطرے کی بات ہوتی ہے۔ بلکہ مشائخ نے کہا کہ جس گناہ کو لوگ ہلکا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بڑا ہوتا ہے۔

☆......ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے دوست! یہ نہ دیکھنا کہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا، بلکہ اس ذات کی عظمت کو سامنے رکھنا جس کی تم نافرمانی کر رہے ہو۔

☆...... ایک بزرگ فرماتے تھے کہ اللہ رب العزت نے میرے دل میں القاء فرمایا کہ میرے بندوں سے کہہ دو کہ یہ گناہ کرتے وقت باقی مخلوق سے پردہ کر لیتے ہیں اور ان تمام دروازوں کو بند کر دیتے ہیں جن سے مخلوق دیکھتی ہے۔ لیکن اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے میں پروردگار دیکھتا ہوں، کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سے یہ سب سے کم درجے کا مجھے سمجھتے ہیں۔

☆......اکمال الشیم میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ اگر اللہ رب العزت کے عدل و انصاف سے مڈبھیڑ ہوئی تو کوئی بھی گناہ صغیرہ نہیں اور اگر اس کے فضل کا سامنا ہوا تو کوئی بھی گناہ کبیرہ نہیں۔ لہٰذا میرے دوستو! اگر اللہ رب العزت فضل فرما دیں تو پھر چاہے جس گناہ کو معاف فرما دے لیکن اگر عدل فرمائیں گے تو پھر معاملہ مشکل بن جائے گا۔

جفانہ کیا کرو

ایک بزرگ اپنے سالکین کو بار بار فرمایا کرتے تھے کہ جفانہ کیا کرو۔ جفا کہتے ہیں بے وفائی کو۔ کسی سالک نے پوچھا، حضرت! بے وفائی سے کیا مراد ہے؟ وہ فرمانے لگے، بے وفائی تین طرح کی ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت سے بے وفائی، مخلوق سے بے وفائی اور اپنے آپ سے بے وفائی۔ پھر وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، اب وہی ہمیں رزق اور باقی نعمتیں دیتا ہے۔ اگر ہم اسی کا دیا ہوا کھا کر کسی اور کو اس کے ساتھ شریک بنائیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی ہوگی...... پھر فرمایا کہ لوگوں کو ایذا پہنچانا مخلوق کے ساتھ بے وفائی ہے، اس لئے مخلوق کا دل نہیں دکھانا چاہیے...... پھر فرمایا کہ اللہ رب

العزت کے حکم کو توڑنا اور گناہ کرنا، یہ اپنے آپ کے ساتھ بے وفائی ہے اس لئے کہ اس طرح انسان اپنے آپ کو جہنم میں جانے کے قابل بنالیتا ہے۔

عالمِ مثال میں انسانوں کی شکلیں

سچی بات تو یہ ہے کہ اگر گناہوں کے اندر بدبو ہوتی تو ہم کسی محفل میں بیٹھنے کے قابل نہ ہوتے۔ یہ اللہ رب العزت کی ستاری ہے کہ اس کے صدقے ہم آج عزتوں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اسی لئے ایک بزرگ فرماتے تھے، اے دوست! جس نے تیری تعریف کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی جس نے تجھے چھپایا ہوا ہے...... یقیناً اگر وہ حقیقت کھول دیتا ہے تو ہم چہرہ دکھانے کے قابل بھی نہ ہوتے۔ انسان کی ایک تو ظاہری شکل ہوتی ہے اور ایک شکل عالم مثال میں ہوتی ہے۔ بندہ جس طرح کے اعمال کرتا ہے ویسی ہی اس کی شکل ہوتی ہے۔ اگر جانوروں والے اعمال کرتا ہے تو اس کی شکل جانوروں جیسی ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر:

......جس میں حرص زیادہ ہوتی ہے اس کی شکل عالمِ مثال میں کتے کی مانند ہوتی ہے اس لئے کہ کتا حریص ہوتا ہے۔

......جس میں بے حیائی زیادہ ہوتی ہے اس کی شکل خنزیر کی مانند ہوتی ہے کیونکہ خنزیر میں بے شرمی اور بے حیائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

......جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذاء پہنچاتا ہو اور دل دکھاتا ہو، اس کی مثال بچھو کی مانند ہوتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اوران کے جانشین تھے۔ وہ خود بھی بڑے محدث تھے اوران کے شاگرد بھی وقت کے اکابرین میں سے بنے۔ اللہ رب العزت نے ان سے دین کا بہت زیادہ کام

لیا۔ایک وقت تھا جب پاک وہند میں ان کا فتویٰ چلا کرتا تھا۔دہلی کی جامع مسجد سے چند ہی کلومیٹر کے فاصلے پر ان کا مدرسہ اور گھر تھا۔انہوں نے اپنے گھر میں ایک مسجد بنائی ہوئی تھی جسے ''مسجدِ بیت'' کہتے ہیں۔تعلیم وتعلّم کی مصروفیت کی وجہ سے وہ اکثر نمازیں وہیں پڑھا کرتے تھے البتہ جمعۃ المبارک کی نماز جامع مسجد میں جا کر پڑھا کرتے تھے۔ان کے مریدین ان کی زیارت کے لئے تڑپتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ حسن وجمال عطا فرمایا تھا۔ان کا چہرہ ایسا منور تھا کہ لوگ دیکھنے کو ترسا کرتے تھے۔عام دنوں میں ان کی تعلیمی مصروفیت کی وجہ سے ان سے ملاقات نہ ہوسکتی تھی۔البتہ جب وہ جمعہ کی نماز کے لئے جاتے تو اس وقت لوگ راستوں میں کھڑے ہو کر ان کا دیدار کیا کرتے تھے۔ان کے خادم کا نام فصیح الدین تھا۔وہ حضرت کو جمعہ پڑھانے کے لئے لے جایا کرتا تھا۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جب حضرت شاہ صاحبؒ جمعہ پڑھنے بازار جاتے تو بازار سے گزرتے ہوئے اپنے چہرے کے اوپر گھونگھٹ کی طرح رومال ڈال لیتے۔اب دیکھنے والوں کو چہرہ بھی نظر نہیں آتا تھا۔اب لوگ ان کے خادم سے کہتے کہ جی ہم تو دیدار سے بھی محروم ہو جاتے ہیں......خادم اگر پرانے ہوں تو پھر بعض اوقات بے تکلفی بھی ہو جاتی ہے......چنانچہ ایک دن فصیح الدین نے موقع پا کر عرض کیا، حضرت! سارا ہفتہ تو لوگ ویسے ہی انتظار میں رہتے ہیں اور جب آپ جمعہ کے لئے جاتے ہیں تو چہرے پر رومال ڈال کر ان کو دیدار سے محروم کر دیتے ہیں۔حضرت بھی چل رہے تھے اور وہ بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔جب اس نے بات کی تو شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنا رومال اتار کر فصیح الدین کے سر پر رکھ دیا۔تھوڑی سی دیر کے بعد وہ غش کھا کر گر پڑا۔لوگوں نے اس کو زمین سے اٹھایا اور جب ہوش آیا تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ جی آپ کے ساتھ کیا بنا؟ وہ کہنے لگا کہ جیسے ہی شاہ صاحب نے اپنا رومال میرے سر پر ڈالا تو مجھے بھرے بازار کے اندر انسان تو

تھوڑے نظر آئے لیکن کتے، بلے اور خنزیر زیادہ چلتے نظر آئے۔ ان کی اندر کی شکلیں اس کو کشف کی صورت میں نظر آ گئیں۔ یہ تو اللہ رب العزت کا احسان اور کرم ہے کہ اس پروردگار نے گناہوں میں بدبو نہیں بنائی جس کی وجہ سے ہم آج آرام سے محفلوں میں بیٹھ کر زندگی گزارتے ہیں۔

جاہل اور اجہل میں فرق

دنیا کی معمولی سی لذتوں یا چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کی خاطر گناہوں کا مرتکب ہو جانا بہت نقصان کی بات ہے۔ عام طور پر بندہ یا تو لذت کی خاطر گناہ کرتا ہے یا ضرورت کی خاطر گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں۔ ایک دفعہ وہ حضرت عمرؓ کی محفل میں بیٹھے تھے۔ حضرتؓ نے ان سے پوچھا، بتاؤ، جاہل کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، حضرت! جو بندہ اپنی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو تباہ کر بیٹھے، اسے جاہل کہتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا میں آپ کو بتاؤں کہ اجہل (اس سے بھی بڑا جاہل) کون ہے؟ انہوں نے کہا، جی حضرت، ضرور بتائیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، جو انسان دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت تباہ کر بیٹھے اسے اجہل کہتے ہیں۔

گناہوں کے نقصانات کا علم

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عالم شخص وہ ہوتا ہے جس پر گناہوں کے نقصانات اچھی طرح واضح ہو جائیں۔ گویا جو شخص گناہوں کے نقصانات سے جتنا زیادہ واقف ہوگا وہ اتنا ہی بڑا عالم ہوگا...... یہ بات بہت کام کی ہے...... وجہ یہ ہے کہ جب انسان کسی چیز کے نقصانات سے واقف ہو تو وہ اس سے بچتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے۔ مثال کے طور پر......

(۱)......انسان زہر کے نقصانات سے واقف ہوتا ہے اس لئے وہ اس سے بچتا ہے۔

اگر اسے یہ بتا دیا جائے کہ آپ کے سامنے جو ایک ہزار بسکٹ پڑے ہیں ان میں سے نو سو ننانوے بالکل ٹھیک ہیں صرف ایک بسکٹ میں زہر ہے، آپ کھا لیجئے تو کیا وہ اسے کھا لے گا؟ وہ انسان اسے کھانے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوگا۔ وہ کہے گا کہ کیا پتہ جس کو میں کھا رہا ہوں اسی میں زہر ہو۔ چونکہ ہمیں پتہ ہے کہ زہر کے کھا لینے سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے اس لئے نہیں کھاتے لیکن ایک بچہ جو اس سے واقف نہیں ہے، اس بچے کو ایک بسکٹ پکڑائیں اور اس سے کہیں کہ یہ زہر والا ہے، تم کھا لو، تو وہ بچہ اسے منہ میں ڈال لے گا۔ اس لئے کہ وہ اس کے نقصان سے واقف نہیں ہے۔ اس مثال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب انسان کسی چیز کے نقصان سے واقف ہوتا ہے تو وہ اس کے قریب بھی نہیں بھٹکتا اور ہر ممکن طریقے سے بچتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ مجھے نقصان ہو جائے گا۔

(۲)......اسی طرح ہم سانپ کے نقصان سے واقف ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو پتہ ہے کہ اگر سانپ کاٹ لے تو انسان مر جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی پلاسٹک کا بنا ہوا سانپ بھی دکھا دے تو لوگ ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ بڑا سانپ تو کیا اگر سانپ کا کوئی چھوٹا سا بچہ بھی کسی گھر میں نظر آ جائے تو عورتیں شور مچا دیتی ہیں۔ جب تک اس کو مار نہ لیا جائے تب تک وہ چین سے نہیں بیٹھتیں۔ وہ کہتی ہیں کہ چونکہ گھر میں بچے ہیں اس لئے اس کو مارنا ضروری ہے۔ چونکہ ہم سانپ کے نقصانات سے واقف ہیں اس لئے اس کا وجود اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتے۔

(۳)......ہم جانتے ہیں کہ بعض لوگ رات کو ڈاکے ڈالتے ہیں، وہ لوگوں کے گھروں کو لوٹ بھی لیتے ہیں اور بعض اوقات ان کو جان سے بھی مار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ کئی درندہ صفت ڈاکو عزتیں بھی خراب کر دیتے ہیں۔ اسلئے بندے کے دماغ میں ڈاکوؤں کا ایک ڈر سا رہتا ہے۔ اگر کوئی بھی ناواقف بندہ رات کے وقت آپ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو آپ کبھی کھولنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

آپ اسے کہیں گے کہ پہلے اپنا تعارف کراؤ۔ جب تک آپ اس کا مکمل تعارف نہیں کر لیتے اس وقت تک اس اجنبی آدمی کے لئے دروازہ نہیں کھولتے۔ اگر وہ کہے کہ باہر سردی ہے دروازہ جلدی کھولو تو آپ کہیں گے کہ میں دروازہ نہیں کھول سکتا۔ اگر وہ آپ کی منت سماجت بھی کرے گا تو آپ اس کے لئے دروازہ نہیں کھولیں گے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ ڈاکو ہی ہو۔ چونکہ آپ ڈاکو کے نقصانات سے واقف ہیں اس لئے آپ اجنبی شخص کے لئے اپنے گھر کا دروازہ رات کے وقت نہیں کھولیں گے۔

جب یہ مثالیں سمجھ میں آگئیں تو یہ باتیں بھی ذہن میں رکھئے کہ......

☆ ......نفس کی خواہش ہمارے لیے زہر کی مانند ہے۔ نفس ہمارے من میں گناہوں کے جو جو خیالات پیدا کرتا ہے وہ زہر کی مانند ہیں۔ جس طرح انسان زہر سے بچتا ہے اسی طرح وہ نفس کے ان زہریلے خیالات سے بھی بچتا ہے جو اسے گناہ پر برانگیختہ کرتے ہیں۔ جس طرح انسان زہریلے بسکٹ کی دعوت قبول نہیں کرتا اسی طرح گناہوں کے جو بسکٹ نفس پیش کرتا ہے کہ یہ بھی کرلو، یہ بھی کرلو، تو آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کی بھی وہ بات قبول نہ کرے، وہ یہی سوچے کہ اس خواہش کے پورا کرنے میں زہر ہے۔ لہٰذا اگر میں پوری کروں گا تو روحانی موت مر جاؤں گا۔

☆ ......اسی طرح برے دوست کی مثال سانپ کی طرح ہوتی ہے۔ اسی لئے ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ ''یارِ بد'' ''مارِ بد'' سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے۔ یعنی برا دوست سانپ سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اگر مارِ بد (برے سانپ) کاٹ لے تو انسان کی جسمانی موت واقع ہو جاتی ہے اور اگر یارِ بد کاٹ لے تو انسان کی روحانی موت واقع ہو جاتی ہے...... عاجز تو یہاں تک کہتا ہے کہ برا دوست شیطان سے بھی زیادہ برا ہے۔ وہ اس لئے کہ شیطان انسان کے دل میں فقط گناہ کا ارادہ یا خیال ڈالتا ہے مجبور نہیں کرتا لیکن برا دوست نہ صرف گناہ کا خیال ہی دل میں ڈالتا ہے بلکہ ہاتھ پکڑ کر انسان سے گناہ بھی کروا لیتا ہے۔ تو برا دوست

سانپ اور شیطان دونوں سے زیادہ برا ہوتا ہے۔

☆...... چونکہ ہم ڈاکو کے نقصانات سے واقف ہوتے ہیں، اس لئے اس کے کہنے پر گھر کا دروازہ نہیں کھولتے۔ شیطان کی مثال ہمارے لئے ایمان کے ڈاکو کی مانند ہے۔ جیسے ڈاکو موقع کی تلاش میں ہوتا ہے کہ میں اس کے گھر میں ایسے وقت میں پہنچوں جب میں گھر کا صفایا کر دوں اور اسے پتہ ہی نہ چلے۔ شیطان بھی اسی انتظار میں ہوتا ہے۔ وہ ابنِ آدم کے قلب کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جب وہ بندے کو ذکر کرتا دیکھتا ہے تو وہ پیچھے ہٹا رہتا ہے اور جیسے ہی وہ اس کو غافل پاتا ہے تو اسی وقت قلب کے اندر اپنے وار کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جب ہم شیطان کے نقصانات سے واقف ہوں گے تو پھر ہم شیطانی وساوس کے لئے اپنے دل کے دروازے نہیں کھولیں گے۔ بلکہ دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد رکھیں گے تاکہ ہم شیطان کے وساوس سے بچ سکیں۔

پتہ چلا کہ ہم گناہوں کے نقصانات سے جتنا زیادہ وقف ہوں گے اتنا ان سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ ہم نے ڈاکٹر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اگر ان کو چربی والے کھانے یا پراٹھے دیئے جائیں تو وہ انکو کھانے سے پرہیز کرتے ہیں، حالانکہ ان کو کوئی بیماری نہیں ہوتی۔ اگر کوئی پوچھے کہ کیوں نہیں کھاتے تو وہ کہتے ہیں، جی ہمیں اس کے نقصانات کا پتہ ہے اور جس بندے کو اس کے نقصانات کا پتہ نہیں ہوتا کہ اس سے دل کی شریانیں بند ہو جاتی ہیں وہ صبح، دوپہر، شام پراٹھے کھاتا ہے۔ وہ خوب چپلی کباب کھاتا ہے خواہ دل کی شریانیں بند ہی ہو جائیں...... اسی طرح ڈاکٹر جب باہر کے علاقے میں جاتے ہیں تو نلکے کا پانی بھی نہیں پیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں کئی بیماریوں کے جراثیم ہوتے ہیں جن سے معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہم تو بوتل کا صاف پانی پئیں گے...... حتیٰ کہ ڈاکٹر جب ہسپتال میں مریضوں کے پاس جاتے ہیں تو دستانے بھی پہنتے ہیں اور ناک پر ماسک بھی لگاتے ہیں۔ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ

بیمار کے قریب رہ رہ کر کونسی بیماری دوسرے کو لگ سکتی ہے لہٰذا وہ احتیاط کرتے ہیں۔

کھمبے سے بجلی کی تار جا رہی ہو اور آپ کسی الیکٹریکل انجینئر سے کہیں کہ جناب! ذرا اس کو ہاتھ تو لگائیں تو وہ کہے گا، جناب! میں بے وقوف نہیں ہوں۔ اگر کہیں کہ ایک ہی دفعہ ہاتھ لگا دیں تو وہ کہے گا، بجلی ایک دفعہ بھی معاف نہیں کرتی وہ پہلی دفعہ ہی پکڑ لیتی ہے۔ انجینئر تو سمجھتا ہے کہ اس کے اندر وولٹیج ہے اور اس سے جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے لیکن عام آدمی دھوکا کھا جائے گا کیونکہ اسے نظر نہیں آ رہا ہوتا۔ اسی طرح عام آدمی چونکہ گناہوں کے نقصانات سے واقف نہیں ہوتا اس لئے وہ پرہیز نہیں کرتا۔ لیکن عالم سمجھتا ہے کہ گناہوں میں ایسی نحوست ہے اور ان کے مرتکب ہونے سے انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے اس لئے وہ گناہوں کے قریب نہیں جاتا۔

علم کے باوجود گمراہی

جس انسان کے نزدیک نیکی اور گناہ میں فرق ہی نہیں ہوتا وہ ایک طرف گناہ بھی کر رہا ہوتا ہے اور دوسری طرف تسبیح بھی پھیر رہا ہوتا ہے، اس کے پاس علم ہے ہی نہیں۔ اور اگر علم ہے تو وہ علمِ نافع سے محروم ہے۔ قرآن عظیم الشان میں ہے

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ

[کیا آپ نے اس کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہے، اللہ نے علم کے باوجود اس کو گمراہ کر دیا] (الجاثیہ: ۲۳)

علم کے باوجود گمراہی کا کیا مطلب؟......

آپ نے دیکھا ہو گا کہ کچھ لوگوں کو سگریٹ پینے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ...... سگریٹ نوشی مضرِ صحت ہے...... حتیٰ کہ بنانے والی کمپنی بھی لکھ دیتی ہے کہ سگریٹ نوشی مضرِ صحت ہے...... پینے والا بھی لوگوں کو کہتا ہے کہ ہم تو پیتے ہیں تم

نہ پینا...... معلوم ہوا کہ وہ اسکے نقصانات کو جانتا ہے مگر پھر بھی پیتا ہے۔ کھانا کھا کر اس کی طبیعت میں ایسی طلب اٹھتی ہے کہ وہ پھر سگریٹ پیتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں علم کے باوجود گمراہ ہونا۔

اسی طرح انسان جانتا ہے کہ غیر محرم کو دیکھنا گناہِ کبیرہ ہے مگر اس کی نگاہیں قابو میں نہیں ہوتیں۔ وہ بیمار ہوتا ہے، اس کا اپنے اوپر بس نہیں چلتا، اس کا نفس اس گھوڑے کی طرح بے قابو ہوتا ہے جو اپنے سوار کی بات نہیں مانتا اور بھاگتا ہی رہتا ہے۔ جس انسان کو علمِ نافع نصیب ہو جائے اور وہ گناہوں کے نقصانات کو اچھی طرح پہچان لے وہ آدمی پھر گناہوں کے قریب بھی نہیں جاتا اور ہر ممکن اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

نیکی اور گناہ میں فرق

نیکی اور گناہ کا وہی فرق ہے جو روشنی اور اندھیرے کا ہوتا ہے۔ اگر کسی جگہ اندھیرا ہو تو وہاں انسان کو سانپ اور بچھو نظر ہی نہیں آتے اور وہ ان سے بچ نہیں سکتا۔ جیسے ہی روشنی آتی ہے سانپ بچھو کا پتہ چل جاتا ہے۔ اول تو وہ خود بھاگ جاتے ہیں ورنہ انسان ان کو مار دیتا ہے۔ اسی طرح جس انسان کے پاس علم کا نور ہوتا ہے اس نور کے آتے ہی گناہوں کے سانپ بچھو اس کے سامنے واضح ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ انسان ان سانپ بچھوؤں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

نورِ قلبی کی حفاظت

یہ ایک موٹی سی بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ عام لوگوں میں اور اولیاء اللہ میں بنیادی فرق گناہوں سے بچنے کا ہے۔ ہم عام لوگ تو کبھی کبھی ایسی نیکیاں کر لیتے ہیں جیسی بڑے بڑے اولیاء اللہ کرتے ہیں...... خوب رجوع الی اللہ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور دل میں نور آ جاتا ہے۔ مگر جب مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو گھر پہنچنے سے

پہلے پہلے جتنا نور آیا تھا سب ختم ہو جاتا ہے...... جیسے کچا گھڑا ہوتا ہے، اگر اس میں پانی ڈال دیں تو چند گھنٹوں کے بعد وہ خالی ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں سے پانی قطرہ قطرہ کر کے ٹپکتا رہتا ہے۔ اسی طرح ہمارا حال ہوتا ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر عبادت کی تو دل میں نور بھر گیا لیکن جیسے ہی مسجد سے باہر گئے اور لوگوں سے ملے تو دوسروں کی غیبت کرنے کی وجہ سے اور بدنظری وغیرہ کی وجہ سے وہ نور ٹپکنا شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح ہم اس نور کو ضائع کر بیٹھتے ہیں، اس کی حفاظت نہیں کرتے۔

میں نے خود ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک بیت الخلاء میں بالٹی پڑی تھی۔ اس کے اوپر والی ٹونٹی بند تھی مگر لیک تھی اور اس میں سے ایک ایک قطرہ پانی ٹپک رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد پوری بالٹی بھر گئی۔ وہاں ایک لوٹا بھی رکھا ہوا تھا اور وہ ٹونٹی کے قریب سے پھٹا ہوا تھا۔ اس کو بھرنے کے لئے ٹونٹی کھولی تو وہ بھرتا ہی نہیں تھا۔ میں دونوں چیزوں کو دیکھ کر حیران ہوا کہ بالٹی کے اندر کوئی سوراخ نہیں ہے اور اوپر بند ٹونٹی سے ایک ایک قطرہ پانی ٹپک رہا ہے مگر چونکہ پانی محفوظ ہو رہا ہے اس لئے تھوڑی دیر کے بعد پوری بالٹی بھر گئی۔ اور جس لوٹے کو سوراخ تھا اس کے اوپر ہم نے ٹونٹی پوری کھول دی مگر وہ بھرا ہی نہیں...... یہی مثال ہماری اور ایک ولی کی ہوتی ہے۔ ہم لوگ اس لوٹے کی مانند ہیں جس میں سوراخ تھا۔ اس لئے جتنا نور بھی اندر آتا ہے وہ ضائع ہوتا رہتا ہے اور اللہ کے ولی کی مثال اس بالٹی کی مانند ہے ان کے اندر قطرہ قطرہ نور بھی آئے تو وہ اس نور کو محفوظ کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے دل کی بالٹی نور سے بھری رہتی ہے۔

گناہوں سے بچنے کا مقام

ہمارے اس سلوک میں لمبی چوڑی نیکیوں اور نفلی عبادتوں کا اتنا مقام نہیں جتنا مقام گناہوں سے بچنے کا ہے۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ دو بندے

ہیں۔ان میں سے ایک آدمی تو دن رات تسبیح کا کسبی بنا ہوا ہے، لمبی نفلیں، لمبی عبادتیں اور ذکر اذکار اور پتہ نہیں کیا کچھ نیکیاں کر رہا ہے، مگر ساتھ ہی گناہوں کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے۔ نہ آنکھ قابو میں آتی ہے اور نہ زبان قابو میں۔ گویا اگر نیکیاں زیادہ کر رہا ہے تو گناہ بھی زیادہ کر رہا ہے۔ اور اس کے بالمقابل ایک دوسرا سالک ہے جو لمبے چوڑے ورد وظیفے تو نہیں کرتا مگر کم از کم گناہوں سے بچتا ہے۔ وہ اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ میرے ہاتھ پاؤں، دل و دماغ اور میرے جسم کے کسی بھی عضو سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنے والا اس لمبے چوڑے وظیفے کرنے والے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ کیونکہ لمبے چوڑے ورد وظیفے کرنے والا ''اوپر سے لا الٰہ، اندر سے کالی بلا'' کا مصداق بن چکا ہوتا ہے۔

گناہوں سے بچنے کا انعام

شریعتِ مطہرہ میں اس بات کو پسند کیا گیا ہے کہ انسان لمبی عبادتیں کرنے کی بجائے گناہوں سے زیادہ بچے۔ مثلاً ایک آدمی تہجد نہیں پڑھتا، لمبے لمبے اذکار نہیں کرتا، نفلی روزے نہیں رکھتا، بھلے نفل اعمال کچھ نہ کرے مگر گناہوں سے بچے تو وہ اللہ کا ولی بن جاتا ہے کیونکہ اس کی زندگی میں معصیت نہیں ہے...... ہمارے سلسلے میں بھی گناہوں سے بچنا سکھایا جاتا ہے...... ہمیں اس بات پر نظر رکھنی چاہیے کہ ہمارے وجود سے کوئی بھی کام شریعت کے خلاف صادر نہ ہو۔ ہم اپنے علم اور ارادہ سے کوئی گناہ نہ کریں۔ اگر یہ بات آپ نے پالی تو سمجھ لیجئے کہ آپ کو ولایت کا مقام حاصل ہو گیا ہے۔ یاد رکھیں کہ ولایت کے لئے......

......ہوا میں اڑنا شرط نہیں،

......پانی پر چلنا شرط نہیں،

......کوئی کرامت کے واقعات کا پیش آجانا شرط نہیں،
بلکہ ولی اس کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو گناہوں سے بچالیتا ہو۔قرآن مجید نے
ان الفاظ میں کہہ دیا:

اِنْ اَوْلِيَآءُ هٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال:۳۴)

[اس کے ولی وہ ہوتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں]

یہ بھی یاد رکھیں کہ تقوٰی کچھ کرنے کا نام تقوٰی نہیں بلکہ کچھ نہ کرنے کو تقوٰی کہتے ہیں۔یعنی وہ باتیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں انکو نہ کرنا تقوٰی کہلاتا ہے۔موٹے الفاظ میں سمجھ لیجئے کہ تقوٰی یہ ہے کہ آپ ہر اس کام سے بچیں جس کو کرنے سے کل قیامت کے دن کوئی آپ کا گریبان پکڑنے والا ہو۔لہٰذا اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا لمبی لمبی نفلی عبادتیں کرنے سے زیادہ اہم ہے۔اب ایک آدمی لمبی لمبی عبادتیں کرتا ہے مگر ساتھ ساتھ غیبت بھی کرتا ہے اور لوگوں کا دل بھی دکھاتا ہے تو وہ بے چارہ تو فقیر ہے۔کل قیامت کے دن جب وہ پیش ہوگا تو یہ حق والے اس کی ساری عبادتیں لے کر چلے جائیں گے بلکہ ان کے گناہ الٹا اس کے سر پر رکھ دیئے جائیں گے۔حدیثِ پاک میں ہے:

اَلْوِقَا يَةُ خَيْرٌ مِّنَ الْعِلاَجِ

[پرہیز علاج سے بہتر ہے]

ایک آدمی کو نزلہ زکام ہو، وہ دوائی بھی کھائے اور ساتھ ساتھ آئس کریم بھی کھائے تو اس کی بیماری ٹھیک نہیں ہوگی۔ڈاکٹر کہیں گے پہلے پرہیز کرو تب دوائی فائدہ دے گی۔اسی لئے مشائخ کہتے ہیں کہ گناہوں سے پہلے بچو تب ذکر اذکار کا فائدہ ہوگا۔آج کا عنوان بھی یہی ہے کہ ہم اپنے جسم کو گناہوں سے بچائیں اور اللہ رب العزت کی نافرمانی نہ کریں۔اس بات پر ہماری ہر وقت نظر رہے کہ ہم کسی گناہ کا بھی ارتکاب نہ کریں۔ہم صبح اٹھیں تو دل میں یہ نیت ہو کہ میں نے آج کوئی گناہ نہیں

کرنا۔ پھر صبح سے شام تک اس کوشش میں لگے رہیں کہ

......آنکھ سے کوئی گناہ نہ ہو،

......زبان سے کوئی گناہ نہ ہو،

......کان سے کوئی گناہ نہ ہو،

......شرمگاہ سے کوئی گناہ نہ ہو،

......ہاتھ پاؤں سے کوئی گناہ نہ ہو

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ کے بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک بڑی ہی پیاری بات لکھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس بندے نے کوئی دن گناہوں کے بغیر گزارا ایسا ہی ہے کہ جیسے اس نے وہ دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں گزارا...... سبحان اللہ ...... اسلئے آپ روزانہ اٹھ کر صبح کو اللہ سے دعائیں مانگا کریں کہ اے مالک! میں آج کا دن ایسا گزارنا چاہتا ہوں کہ تیرے حکم کی نافرمانی نہ ہو۔ اس کو تمنا بنا کر مانگیں۔ اگر کوئی ایک دن بھی ہماری زندگی میں ایسا ہوا تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ اس دن کی برکت سے قیامت کے دن ہم پر اللہ کی رحمت ہو جائے گی۔

گناہوں کے ترک کرنے سے اللہ رب العزت کا قرب زیادہ جلدی نصیب ہوتا ہے۔ ایک بات یاد رکھئے کہ جو شخص اپنے علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے، اللہ رب العزت اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور اسے صدیقین میں شامل فرما دیتے ہیں۔ ایسے گناہ جو بے علمی میں ہو جائیں یا بلا ارادہ کے ہو جائیں، وہ بہت جلدی معاف ہو جاتے ہیں۔ البتہ نقصان دہ گناہ وہ ہوتا ہے جو سوچ سمجھ کر کیا جائے۔ تاہم جیسے ہی گناہ سرزد ہو توبہ میں دیر نہ کی جائے۔ اس لئے جب کوئی مؤمن گناہ کرتا ہے تو وہ غفلت کی وجہ سے کرتا ہے اور اس وقت اس کی عقل پر پردہ پڑ چکا ہوتا ہے۔

گناہ سے نفرت ایمان کی سلامتی کی دلیل ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ (الحجرات:۷)

[اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر، گناہ اور نافرمانی کی]

تو جتنا زیادہ ایمان بڑھتا جائے گا اتنی ہی فسق وفجور سے کراہت بڑھتی جائے گی۔ اگر گناہ کر بیٹھے گا تو اس لئے کہ اس وقت اس کے اوپر غفلت کا پردہ پڑ گیا ہو گا۔ اس لئے مؤمن جب غلبۂ حال کی وجہ سے گناہ کر بیٹھتا ہے تو کرنے کے بعد اس کے دل کو بڑا دکھ اور ندامت ہوتی ہے، پھر وہ ہمیشہ اپنے آپ کو کوستا رہتا ہے کہ او ہو! میں کیا کر بیٹھا۔ گناہ کرنے سے پہلے غفلت کا پردہ تھا اور کرتے ہی اپنی اصلیت سامنے آجاتی ہے اور وہ افسوس کرتا ہے کہ مجھے تو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اور یاد رکھیں کہ گناہ کے بعد ندامت محسوس کرنا اور دل کے اندر بوجھ اور بے قراری محسوس کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس بندے کے اندر ایمان سلامت ہے۔

حقیقی جوانمرد

ایک دانا کا قول ہے کہ نیکی تو ہر کس وناکس کر لیتا ہے، جوانمرد تو وہ ہے جو گناہ کرنا چھوڑ دے۔ اور جو آدمی من چاہی چھوڑ کر رب چاہی زندگی اختیار کرنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کے ایام کو گناہوں سے خالی کر لے۔ اس کے لئے وہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ وہ اس کوشش کے باوجود گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ پھر جب روزانہ بچنے کی کوشش کرتا رہے گا تو پہلے کی نسبت دن میں کم گناہ کرے گا۔ پھر اگلے دن اس سے بھی کم گناہ کرے گا۔ پھر ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ اس کا پورا دن گناہوں کے بغیر گزر جاتا ہے۔ پھر اسی طرح اگلا دن گزرتا ہے۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ گناہوں سے محفوظ فرما کر ایسی زندگی عطا کر

دیتے ہیں کہ انسان گناہوں کی دلدل سے بچ نکلتا ہے۔امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں لکھا کہ اس امت میں ایسے صدیقین گزرے ہیں کہ جن کے گناہ لکھنے والے فرشتوں کو بیس بیس سال تک گناہ لکھنے کا کوئی موقع ہی نہیں ملا۔ہمارے دل کی بھی ایک تڑپ اور تمنا ہونی چاہیے کہ اے مالک! ہمیں بھی ایسی سچی اور سچی زندگی نصیب فرمادے۔(آمین)

ترکِ معصیت اعمالِ طاعات پر فضیلت رکھتی ہے۔یہ ایک بنیادی نقطہ ذہن میں بٹھانا تھا کہ ترکِ معصیت پر محنت زیادہ کریں، اس لئے کہ یہ اعمالِ طاعات پر فضیلت رکھتی ہے۔

گناہ سے بھی بری چار باتیں

گناہ بہت برا ہوتا ہے لیکن چار باتیں گناہ سے بھی زیادہ بری ہیں۔

۱)......گناہ کو ہلکا سمجھنا: اگر کوئی بندہ گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ گناہ کو گناہ تو سمجھے۔اس گناہ کو ہلکا سمجھنا، گناہ سے بھی زیادہ برا کام ہے۔

۲)......گناہ کر کے خوش ہونا: جیسے عورتیں کہتی ہیں، دیکھا، میں نے اسے جلانے کے لئے یہ بات کی۔اب وہ جو یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے اسے جلانے کے لئے یعنی اس کے دل کو دکھ پہنچانے کے لئے یہ بات کی ہے، تو یہ گناہ پر خوش ہونے والی بات ہے۔یا اگر کسی گناہ کا راستہ کھل جائے تو خوش ہو کہ اب میرے لئے گناہ کرنا آسان بن گیا ہے۔یہ بھی گناہ کرنے سے زیادہ برا ہے۔

۳......گناہ پر اصرار کرنا: ایک گناہ کو بار بار کرنا بھی بہت برا کام ہے۔

۴......گناہ پر فخر کرنا: گناہ پر اترانا اور فخر کرنا بھی گناہ کرنے سے برا کام ہے۔

گناہِ کبیرہ میں دس خرابیاں

ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ الغافلین' میں فرماتے ہیں کہ ہر کبیرہ گناہ کے اندر دس باتیں ہوتی ہیں۔

۱)......اس شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ جو بھی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ اپنے مالک کو ناراض کرتا ہے۔

۲)......وہ شیطان کو خوش کرتا ہے۔ کیونکہ گناہ کے صدور سے دشمن شیطان خوش ہوتا ہے۔

۳)......وہ جہنم کے قریب ہو جاتا ہے۔

۴)......وہ جنت سے دور ہو جاتا ہے۔

۵)......وہ اپنے نفس کے ساتھ بے وفائی کرتا ہے۔ گویا اس نے اس کو آگ میں پڑنے کے قابل بنا دیا۔

۶)......وہ اپنے نفس کو ناپاک کر لیتا ہے۔ ہر گناہ باطنی نجاست کی مانند ہے۔ جس طرح ظاہری نجاست پانی سے دھلتی ہے، اسی طرح گناہوں کی نجاست توبہ سے دھلتی ہے۔

۷)......وہ اپنی نگرانی پر مامور فرشتوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ وہ نگرانی کرتے ہیں اور یہ تکلیف پہنچاتا ہے۔

۸)......وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر مبارک میں غمگین کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے نامۂ اعمال نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچائے جاتے ہیں تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے امتی کے گناہ دیکھتے ہیں تو محبوب علیہ السلام کو غم پہنچتا ہے۔

۹)......وہ باقی مخلوق کے ساتھ بھی خیانت کرتا ہے۔ اس لئے کہ گناہ کے صدور سے اللہ رب العزت کی اترنے والی برکتیں بسا اوقات رک جاتی ہیں۔ اس طرح

دوسری مخلوق بھی محروم رہ جاتی ہے۔ مثلاً بارشیں رک جاتی ہیں تو باقی مخلوق بھی اس سے متاثر ہوتی ہے۔

۱۰)......انسان جہاں گناہ کرتا ہے، وہ زمین کے اس ٹکڑے کو قیامت کے دن کے لئے اپنے خلاف گواہ بنالیتا ہے۔

آج کل ویڈیو کیمروں کا زمانہ ہے۔ دکانداروں نے بھی اپنی حفاظت کیلئے وڈیو کیمرے لگا دیئے ہیں۔ کارخانوں میں بھی وڈیو کیمرے لگ گئے ہیں تا کہ چوری کا خطرہ نہ رہے۔ اگر کوئی ڈاکہ مار کر چلا جائے تو اس کی پوری فلم آٹو میٹک بن رہی ہوتی ہے، پھر اس سے چور کو پکڑنا آسان ہو جاتا ہے۔ جس طرح یہ وڈیو کیمرے حفاظت کیلئے لگائے گئے ہیں اور آج چور کو پکڑنا آسان ہو گیا ہے، اسی طرح اللہ رب العزت کی زمین کا ہر ٹکڑا بھی وڈیو کیمرہ بن کر گناہ کے اس منظر کو محفوظ کر لیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا○ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا○(الزلزال: ۴۔۵)

[اس دن کہہ دے گی وہ (زمین) اپنی باتیں، اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اس کو]

گناہ کرنے کی چار وجوہات

عام طور پر گناہ کرنے کی چار وجوہات ہوتی ہیں، اور اللہ رب العزت نے ان چاروں کا جواب قرآن کریم میں سمجھا دیا ہے۔

پہلی وجہ: گناہ کرتے وقت بندہ سوچتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا جب دل میں یہ احساس ہوتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا تو انسان گناہ پر جرأت کرتا ہے، اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اس کا جواب بھی سمجھا دیا۔ فرمایا، اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادُ (سورۂ فجر:۱۴) ''بے شک آپ کا رب (نافرمانوں کی) گھات میں

ہے۔ ''مِرْ صَادْ'' کہتے ہیں کہ جب شکاری کو شکار کے اوپر نشانہ لگانا ہوتا ہے تو نشانہ لگانے سے کچھ لمحے پہلے اتنا غور سے وہ شکار کو دیکھتا ہے کہ پلک بھی نہیں جھپکتا، سانس کو بھی روک لیتا ہے، ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے اس کی اس کیفیت کو مرصاد کہتے ہیں۔ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْ صَادْ تیرا رب تیری گھات میں لگا ہوا ہے۔ وہ تجھے اتنی غور سے دیکھ رہا ہے جیسے شکار کرنے والا اپنے شکار کو دیکھتا ہے۔ تم اتنی باریک بینی سے واچ (Watch) کئے جارہو You are under the vision of تو یہ سمجھا دیا تاکہ دماغ میں یہ نہ رہے کہ کوئی نہیں تھا دیکھنے والا۔

دوسری وجہ: آدمی گناہ کرتے وقت یہ سمجھتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں، میں فون پر بات کرتا ہوں کسی کو علم نہیں، میں نے خط لکھا کسی کو پتہ نہیں، میں نے اونچ نیچ کر دی کسی کو پتہ نہیں، تو جب یہ دل میں احساس ہوتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں میں کیا کر رہا ہوں تو یہ گناہ کا سبب بنتا ہے، اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں اس کا بھی جواب سمجھا دیا تاکہ ہم یہ ذہن میں نہ رکھیں کہ ہمارے عمل کا کسی کو پتہ نہیں چلتا، فرمایا وہ ایسا پروردگار ہے یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرِ (المؤمن: ۱۹)
''وہ ایسا ہے کہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان (باتوں) کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں''

اب بندہ کیسے یہ سوچ سکتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں، معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کو سب کچھ معلوم ہے۔ جو ہم کرتے ہیں یا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

تیسری وجہ: آدمی سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی بھی نہیں گھر کے اندر میں اکیلا تھا، جس کا تھا ڈر وہ نہیں ہے گھر، اب جو چاہے کر۔

تو یہ جو احساس دل میں ہوتا ہے کہ کوئی میرے پاس نہیں ہے یہ بھی سبب گناہ بنتا ہے تو اللہ رب العزت نے اس کا بھی جواب سمجھا دیا۔ فرمایا کہ تم جہاں تین ہوتے ہو وہ چوتھا ہوتا ہے اگر چار ہوتے ہو تو وہ پانچواں ہوتا ہے، وَ هُوَ مَعَكُمْ

اَیْنَمَا کُنْتُمْ (حدید، آیت۴) ''اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو''

چوتھی وجہ: بندہ جب یہ سمجھتا ہے کہ کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، باپ فوت ہوگیا، بچہ جوان ہوکر ماں سے ڈرتا نہیں، اب وہ برے کام کرتا ہے اور نڈر رہتا ہے، دوسروں کو کہتا ہے کہ تم میرا کیا بگاڑ لو گے؟ کوئی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے؟ تو یہ جو الفاظ ہیں کہ کوئی مجھے کچھ نہیں کہہ سکتا، کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا یہ احساس گناہ کرنے کا سبب بنتا ہے، بندہ ڈھیٹھ بن جاتا ہے۔

اللہ رب العزت نے اس کا بھی جواب سمجھا دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، تمہارا معاملہ ایک ایسے پروردگار کے ساتھ ہے اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ (ہود: ۱۰۲) ''بلاشبہ اس کی دارو گیر بڑی الم رساں (اور) سخت ہے۔ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ (سورۂ فجر: ۱۳) ''سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا'' وَلَا یُوْثِقُ وَ ثَاقَهٗ اَحَدٌ ''اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا'' (سورۂ فجر: ۲۶) بنی اسرائیل کو ایک جگہ فرمایا فَاِنِّیْ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّا اُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ (مائدہ: ۱۱۵) ''میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ ایسا عذاب جہانوں میں کسی کو نہیں دیتا''

لہٰذا اس کا بھی جواب سمجھا دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرا کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔

گناہوں پر چار گواہ

قیامت کے دن ہر انسان کے ساتھ چار گواہ پیش کئے جائیں گے۔

پہلا گواہ: ''انسان کا نامہ اعمال'' وَ وُضِعَ الْکِتٰبُ جب نامہ اعمال سامنے ہوگا فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ ''مجرم گنہگار آدمی اپنے اعمال نامے میں جو کچھ لکھا ہوگا دیکھے گا تو ڈرے گا، کانپے گا۔ پھر کیا کہیں گے؟

فَیَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِھٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّ لَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰھَا ''ہائے ہماری بدبختی یہ کیسی کتاب ہے کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں جو اس میں درج نہ ہو'' وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَّ لَا یَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا (کہف: ۴۹) ''جو اپنا کیا دھرا ہوگا وہی اپنے سامنے پائیں گے، تیرا رب تو کسی پر ظلم نہیں کرے گا''

دوسرا گواہ: ''فرشتے'' ہوں گے وَ اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْن (انفطار: ۱۰، ۱۱، ۱۲) ''اور تم پر (تمہارے سب اعمال) یادرکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں''

تیسرا گواہ: ''انسان کے جسم کے اعضاء'' اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاھِھِمْ وَ تُکَلِّمُنَا اَیْدِیْھِمْ وَ تَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ''آج ہم ان کے مونہہ پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے، جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے'' (سورۃ یٰس: ۶۵) منہ کو تو سیل کردیں گے کہ دنیا میں یہ بیان بدل دیتا تھا بیان والا سلسلہ ہی نہیں یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ (الطارق: ۹) ''یہ وہ دن ہوگا جب ہم بھید کھولیں گے'' اللہ اکبر اس آیت کو پڑھ کر اس امت کے اولیاء بہت رویا کرتے تھے کہ اے اللہ! آپ فرما رہے ہیں یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِر کہ جس دن بھید کھول دیئے جائیں گے تو پروردگار ہمارا اس دن کیا حال ہوگا۔ اس پر وہ روتے تھے، لہٰذا جب انسان کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے تو یہ ان سے جھگڑے گا کہے گا لِمَ شَھِدْتُّمْ عَلَیْنَا کیوں تم نے میرے خلاف گواہی دی (حم سجدہ: ۲۱) قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰہُ ''وہ اعضاء کہیں گے اللہ نے ہم کو گویائی دی اَلَّذِیْ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ جس نے ہر چیز کو گویائی دی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مَا کُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْھَدَ عَلَیْکُمْ سَمْعُکُمْ وَ لَا

اَبْصَارِکُمْ "تم تو کبھی پردہ ہی نہیں کرتے تھے اس بات سے کہ تمہارے کان اور آنکھیں تمہارے خلاف گواہی دینگے" ذرا سوچئے جسم کے دوسرے اعضاء سے ہم کیسے پردہ کرسکتے ہیں انہیں اعضاء کے ذریعہ گناہ کرتے ہیں اور قیامت کے دن یہی سلطانی گواہ بنیں گے۔

چوتھا گواہ: چوتھی گواہی قیامت کے دن اللہ رب العزت کی زمین دے گی، جیسے کیمرے ہوتے ہیں، فوٹو لے لیتے ہیں ریزرو کر لیتے ہیں اسی طرح اللہ رب العزت کی زمین بھی منظر کیچ کر لیتی ہے۔ نیکی کرنے والوں کا بھی اور گناہ کرنے والوں کا بھی اور قیامت کے دن اللہ رب العزت زمین کو حکم دیں گے کہ تو بھی سنا تیری پیٹھ پر کیا گزری یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَهَا (زلزال:۴/۵) زمین بھی اس دن خبریں نشر کرے گی اور ٹھیک بتلائے گی کیونکہ اسے رب کا یہی حکم ہوگا اس لئے گناہوں کا ایک ہی حل ہے کہ انسان ان سے سچی توبہ کر کے آئندہ کے لئے نیکی کی زندگی گزارے۔

گناہ کا شوق اور عذاب کا ڈر

ایک شخص ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ نوجوان تھا، کہتا ہے حضرت! گناہ کا مرتکب ہوتا ہوں، چھوڑ ابھی نہیں جاسکتا، ڈر بھی لگتا ہے کہ عذاب ہوگا تو کوئی طریقہ بتادیں کہ میں عذاب سے بچ جاؤں اور گناہ بھی کرتا رہوں۔

اللہ والے بڑے دانا بینا ہوتے ہیں، دھکے نہیں دے دیتے، وہ محبت و پیار سے بات سمجھاتے ہیں، دل میں اتارتے ہیں، حضرت نے فرمایا، ہاں، میں تجھے طریقہ بتاتا ہوں۔ وہ بڑا خوش ہوگیا۔ بات سننے کے موڈ میں آگیا، کہنے لگا! کہ حضرت! وہ کون سا طریقہ ہے کہ میں گناہ بھی کرتا رہوں اور میں عذاب و سزا سے بھی بچ جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ بھئی:

پہلی تجویز: تو یہ ہے کہ اگر گناہ کرنا ہی ہے تو اللہ رب العزت کی

نگاہوں سے اوجھل ہوکر کرلیا کرو۔ اب وہ سوچتا رہ گیا۔ کہنے لگا، حضرت! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ رب العزت کی نگاہوں سے اوجھل ہوکر گناہ کروں یہ تو ممکن ہی نہیں۔

دوسری تجویز: حضرت نے فرمایا، پھر دوسری تجویز یہ ہے کہ تم رزق کھانا چھوڑ دو، اللہ سے کہہ دینا کہ نہ تمہارا کھانا کھاتا تھا اور نہ تمہاری بات مانتا تھا۔ اس نے کہا، حضرت! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں کھانا چھوڑ دوں؟ میں پھر زندہ کیسے رہوں گا؟

تیسری تجویز: حضرت نے فرمایا، پھر تیسری تجویز پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ زمین و آسمان اللہ رب العزت کا ملک ہے، اسی کا مِلک ہے اور بادشاہ کی نافرمانی اس کے ملک میں رہ کر کرنا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے باہر نکل کر نافرمانی کرنا، اللہ پاک بھی قرآن پاک میں عجیب انداز سے فرماتے ہیں یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (سورۂ رحمٰن:۳۳) ''اگر تمہارے اندر استطاعت ہے کہ زمین و آسمان کے کروں سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھلاؤ، نکلو گے کسی دلیل سے نکلو گے'' (جیسے گھڑے کی مچھلی کدھر جائے گی) کہا کہ حضرت! یہ بھی نہیں ہوسکتا۔

چوتھی تجویز: فرمانے لگے اچھا پھر ایک طریقہ اور بتاتا ہوں وہ یہ کہ جب ملک الموت آئیں روح قبض کرنے کے لئے تو انہیں کہہ دینا کہ تھوڑا انتظار کرلو تاکہ میں توبہ کرلوں۔ اس نے کہا، حضرت! وہاں تو انتظار کا تصور ہی نہیں اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (یونس:۴۹) ''جب موت آتی ہے تو نہ ایک لمحہ آگے ہوتی ہے اور نہ پیچھے

پانچویں تجویز: فرمایا، ایک طریقہ اور بتاتا ہوں وہ یہ کہ جب قبر میں تم کو دفن کردیا جائے اور اس وقت منکر نکیر آئیں تم سے سوال پوچھنے کے لئے، تم کہہ

دینا(No Admission without Premission) آج کل لوگ لکھ کر لگا دیتے ہیں تو تم بھی کہہ دینا کہ بغیر اجازت کیوں آئے؟ اس نے کہا، حضرت ! میں ان کو کیسے منع کر سکتا ہوں۔

چھٹی تجویز :فرمانے لگے، اچھا بھئی !ایک اور تدبیر بتا تا ہوں وہ یہ کہ جب قیامت کے دن تمہارے برے عملوں کو کھولا جائے گا اور پروردگار عالم فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس کو گھسیٹ کر تم جہنم میں ڈال دو تو اس وقت تم ضد کر کے کھڑے ہو جانا کہ میں تو نہیں جاتا۔ اس نے کہا کہ حضرت ! میری کیا حیثیت ہے کہ فرشتوں کے سامنے ضد کر کے کھڑا ہو جاؤں، میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اب لوہا گرم تھا اور چوٹ لگانے کا وقت تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے بھائی! جب تیری حیثیت ہی کوئی نہیں تو تو اتنے بڑے پروردگار کی نافرمانی کیوں کرتا ہے؟

کہنے لگا، حضرت ! آج سے میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور آج کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا، تو واقعی ہم اپنے پروردگار کے عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لہٰذا ہمارے لئے سب سے بہتر راستہ یہ ہے کہ زندگی میں جو گناہ ہوں ان سے سچی توبہ کر لیں۔ اللہ رب العزت ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

معرفت بھری بات

ایک عجیب بات یہ ہے کہ انسان کئی مرتبہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اس کے باجود اپنے آپ کو بڑا سالک سمجھ رہا ہوتا ہے۔ انسان کی حالت تو یہ ہے کہ اسے دوسروں کے بارے میں گناہ کا شک ہو جائے تو وہ ان سے نفرت کرنی شروع کر دیتا ہے اور اپنے عیبوں کا یقین ہوتا ہے لیکن پھر بھی اپنے نفس کے ساتھ محبت کرتا

ہے۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب معرفت بھری بات لکھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوسروں کی نظر میں اپنے آپ کو گرا دینا بڑا آسان کام ہے اور اپنی نظر میں اپنے آپ کو گرا دینا سب سے مشکل کام ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض دوست جو فرض کی پابندی بھی نہیں کر پاتے، وہ خواب میں کسی بزرگ کی شکل کو دیکھ لیتے ہیں تو وہ اسی پر مست پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی حضرت! مجھے خواب بہت اچھے آتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ جو خوابوں کے شہزادے بنتے ہیں وہ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔

گنہگار اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے

ہمارے مشائخ نے کہا کہ انسان گناہ کرنے سے اللہ رب العزت کی نگاہوں سے گر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے اعمال کی توفیق چھین لیتے ہیں۔ اور سب سے پہلے جو توفیق چھینتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس کو رات کے آخری پہر کی مناجات کی لذت سے محروم کر دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کئی مرتبہ بندہ تہجد میں اٹھتا بھی ہے لیکن اس کی دعاؤں میں کوئی حلاوت نہیں ہوتی۔ بلکہ دعا مانگنے کو اس کا دل ہی نہیں کرتا، دعا میں طبیعت چلتی ہی نہیں۔ یہ نہیں کہ طبیعت چل نہیں رہی ہوتی بلکہ وہ چلنے ہی نہیں دی جاتی۔ دن کے گناہوں کی وجہ سے بندہ رات کی عبادتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایک شخص حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض کیا، حضرت! مجھے تہجد کی توفیق نہیں ہوتی۔ فرمایا، اے دوست! تو اپنے دن کے اعمال درست کر لے اللہ تعالیٰ تجھے رات کے اعمال کی توفیق عطا فرما دیں گے۔

ایمان سے محروم کر دینے والے گناہ

ہمارے مشائخ نے لکھا ہے کہ ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ تین گناہوں کے ارتکاب سے موت کے وقت کلمہ طیبہ کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ

گناہ بہت خطرناک ہیں۔

۱)......احکامِ شریعت کو بوجھ سمجھنا:

احکامِ شریعت کو بوجھ سمجھنا اور ان احکام کو عمل کے قابل نہ سمجھنا موت کے وقت ایمان کے سلب ہونے کا باعث بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر عورت ہے تو وہ پردے کو بوجھ سمجھے اور اگر مرد ہے تو رشوت اور سود سے بچنے کو بوجھ سمجھے۔ آج کل اکثر یہ سنا جاتا ہے کہ آج کے زمانے میں شریعت پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔ میرے دوست! اگر کوتاہی ہو جائے تو اپنے آپ کو گنہگار ضرور سمجھئے، کیونکہ گناہ کرنا اور پھر Justify (دلیل سے ثابت کرنا) کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔

ایک آدمی کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے کی تلقین کی گئی۔ اس نے جواب میں کہا، میں نہیں پڑھتا اور اس وقت اس کی روح نکل گئی۔ اس پر اس کے قریب کے کسی عالم کو تشویش لاحق ہوئی اور اس نے اس کے اہل خانہ سے پوچھا کہ اس کی زندگی کا کوئی ایسا عمل تو بتاؤ کہ جس کا یہ وبال ہوا کہ یہ کلمہ بھی نہ پڑھ سکا۔ اس کی بیوی نے بتایا کہ یہ طبعاً سست اور کاہل تھا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ اس کو جب بھی غسلِ جنابت کی ضرورت ہوتی تھی تو کہتا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں تو غسلِ جنابت نہیں تھا، دین اسلام میں یہ ایک نیا حکم آ گیا ہے۔ گویا کہ وہ غسلِ جنابت کو بوجھ سمجھتا تھا۔ اس گناہ کی وجہ سے اس کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے سے محروم کر دیا گیا۔

۲)......سوءِ خاتمہ کا ڈر نہ ہونا:

دوسری بات یہ ہے کہ جس بندے کو دل میں موت کے وقت سوءِ خاتمہ کا بھی ڈر نہ رہے، اس کی وجہ سے بھی انسان آخری وقت میں کلمہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ بندہ جتنا بھی نیک، متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو، اس کے دل میں یہ ڈر ضرور رہنا چاہیے کہ پتہ نہیں موت سے پہلے میرے ساتھ کیا ہوگا۔ وہ اس بات سے ڈرتا اور

کانپتا رہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ. (الاعراف:۹۹)

[سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر گھاٹے میں پڑنے والے]

تو مؤمن کبھی اللہ رب العزت کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوسکتا۔وہ ساری عمر ڈرتے کانپتے گزارتا ہے کہ پتہ نہیں میرا کیا بنے گا۔

۳)......نعمت اسلام پر شکرادا نہ کرنا:

اگر انسان نعمتِ اسلام پر شکرادا نہ کرے تو اس کی وجہ سے بھی آخری وقت میں کلمہ پڑھنے کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔اسی لئے وضو کرتے وقت شروع میں بسم اللہ کے بعد یہ دعا پڑھتے ہیں:

اَلْاِسْلَامُ حَقٌّ وَالْكُفْرُ بَاطِلٌ

حدیث پاک میں بھی صبح وشام پڑھنے کے لئے ایک دعا سکھائی گئی ہے:

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا

[میں اللہ کو رب ماننے پر،اسلام کو دین ماننے پر اور محمد ﷺ کو نبی ماننے پر راضی ہوں]

گویا ہم اپنے دل میں یہ سوچا کریں کہ الحمد للہ،ہم اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ رب العزت نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔

گناہ نجاست کی مانند ہے

گناہ باطنی اعتبار سے نجاست کی مانند ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم جس عضو سے بھی گناہ کرتے ہیں ہمارا وہ عضو باطنی طور پر ناپاک ہوجاتا ہے۔گویا

......آنکھ نے غلط دیکھا تو آنکھ ناپاک ہوگئی،

......زبان سے جھوٹ بولا تو زبان ناپاک ہوگئی،

......کان سے غیبت سنی تو کان ناپاک ہوگئے،
......ہاتھوں سے چوری کی تو ہاتھ ناپاک ہوگئے،
......پاؤں سے غلط کام کے لئے چل کر گئے تو پاؤں ناپاک ہوگئے،
......شرمگاہ سے بدکاری کی تو شرمگاہ ناپاک ہوگئی،
لیکن اگر سراپا گناہ میں مبتلا ہو کر بھی توبہ تائب ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی پاک فرما دیں گے۔

گناہ کی بدبو

نجاست کے اندر بدبو ہوتی ہے۔ لہٰذا انسان جن اعضا سے گناہ کرتا ہے ان اعضا سے باطنی طور پر بدبو آتی ہے۔ اس کی دلیل حدیث پاک میں ملتی ہے۔ مثال کے طور پر......

(۱)......حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کے منہ سے بدبو نکلتی ہے حتیٰ کہ فرشتے اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اور اس بندے سے دور ہو جاتے ہیں۔

(۲)......حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب آدمی کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو ملک الموت کے ساتھ آنے والے دوسرے فرشتے اس آدمی کے اعضاء کو سونگھتے ہیں، جن جن اعضا سے اس نے گناہ کئے ہوتے ہیں ان اعضاء سے ان کو بدبو محسوس ہوتی ہے......جیسے بچے ہوئے کھانے کو عورتیں سونگھ کر پتہ لگا لیتی ہیں کہ یہ ٹھیک ہے یا خراب۔ ذرا سی مہک محسوس ہو تو وہ کہتی ہیں کہ کھانا خراب ہے......بالکل اسی طرح فرشتے موت کے وقت انسان کے اعضاء کو سونگھتے ہیں، اگر ان میں گناہوں کی بدبو ہو تو انہیں پتہ چل جاتا ہے اور وہ اس بندے کی پٹائی شروع کر دیتے ہیں۔ اور جو توبہ تائب ہونے والا نیکوکار انسان ہوتا ہے اس کے اعضاء گناہوں سے پاک ہوتے ہیں لہٰذا ان سے بدبو محسوس نہیں ہوتی۔

(۳)......سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صاحب آئے اور آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ ہماری محفلوں میں بے مہابہ چلے آتے ہیں اور انکی نگاہوں سے زنا ٹپکتا ہے......اس سے پتہ چلا کہ بسا اوقات گناہوں کی بدبو بعض لوگوں کو دنیا میں بھی محسوس ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیں کہ گناہوں کی یہ بدبو صرف دنیاوی زندگی میں اور موت کے وقت ہی فرشتوں کو محسوس نہیں ہوتی بلکہ جہنم میں پڑنے کے بعد بھی ان کے اعضا سے بدبو محسوس ہوگی۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو انسان زنا کار ہیں جہنم میں ڈالنے کا باوجود ان کی شرمگاہوں سے ایسی بدبودار ہوا نکلے گی کہ سارے جہنمیوں کو پریشان کر دے گی اور وہ بڑے غصے کے ساتھ اس جہنمی کو دیکھ کر کہیں گے کہ تیرے جسم سے کیسی بدبو نکلی جس نے جہنم کے اندر ہماری تکلیف میں اضافہ کر دیا۔

نیکی کی خوشبو

نیکی میں خوشبو ہوتی ہے، لہٰذا نیک لوگوں کے اعضا سے خوشبو آتی ہے۔ اگر ہم نیکوکار بن جائیں گے تو ہمارے جسم سے بھی باطنی طور پر خوشبو آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے بعض حضرات کے اندر تو نیکی کی خوشبو اتنی بڑھا دی کہ وہ لوگوں کو ظاہر میں بھی محسوس ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر......

(۱)......خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک پسینے سے اتنی خوشبو آتی تھی کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا بچوں کو بھیج کر محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کے قطروں کو شیشیوں میں جمع کرواتی تھیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا، ام سلیم! تم ایسا کیوں کرتی ہو؟ عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اس مبارک پسینے کے قطروں کو جب خوشبو میں ملا لیتی ہیں تو خوشبو کی مہک میں اضافہ ہو جاتا ہے......مدینہ طیبہ کی دلہنیں بھی وہ پسینہ بطور خوشبو استعمال کیا کرتی تھیں۔

ایک صحابی ؓ کی بیٹی کی شادی تھی۔ ان کے پاس پیسے نہیں تھے۔ ان کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسینے کے چند قطرے عنایت فرما دیئے۔ جب ان کی بیٹی نے جسم پر لگائے تو اس سے خوشبو آنے لگی۔ بلکہ انہوں نے اس میں سے کچھ قطرے اپنے گھر میں رکھ لئے۔ اس گھر میں بھی خوشبو آنا شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں وہ گھر ''خوشبوؤں والوں کا گھر'' مشہور ہو گیا...... اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام جس راستے سے چل کر جاتے تھے اس راستے سے خوشبو آتی تھی۔

(۲)...... سیدنا صدیقِ اکبر ؓ کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے محفوظ کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے ان کے جسم سے بھی خوشبو آیا کرتی تھی۔ سیدنا عمر ؓ کی روایت ہے کہ

كَانَ رِيحُ اَبِىْ بَكْرٍ اَطْيَبُ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ

[ابو بکر صدیق ؓ کے جسم سے ایسی خوشبو آتی تھی جو مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہوا کرتی تھی]

(۳)...... امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد نبوی میں جاتے تھے تو وہاں قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ انکے منہ سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ کسی نے پوچھا، حضرت! کیا آپ منہ میں الائچی رکھتے ہیں یا کوئی اور چیز رکھتے ہیں، ہم نے اتنی خوشبو کبھی کہیں نہیں سونگھی۔ وہ کہنے لگے، نہیں، بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ عاصم! تو اتنی محبت کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے کہ مجھے بہت پسند آتا ہے، آؤ میں تمہارے منہ کو بوسہ دے دوں، جب سے نبی علیہ السلام نے خواب میں میرے منہ کا بوسہ لیا اس وقت سے میرے منہ سے خوشبو آتی ہے۔ سبحان اللہ۔

(۴)...... شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل درود شریف میں لکھا ہے کہ ایک آدمی رات کو سونے سے پہلے روزانہ درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں اسے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ اللہ کے محبوب

ﷺ نے ارشاد فرمایا، اپنا منہ میرے قریب کرو جس سے تم مجھ پر درود پڑھتے ہو، میں اس کا بوسہ لینا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنا رخسار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب کر دیا۔ چنانچہ اللہ کے محبوب ﷺ نے اس کے چہرے کا بوسہ لیا اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ جیسے ہی آنکھ کھلی پورا گھر مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ اس کے بعد آٹھ دن تک اسکے رخسار سے مشک کی خوشبو آتی رہی۔

(۵)......انڈیا میں ایک بزرگ خواجہ مشکی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے جسم سے مشک کی سی خوشبو آتی تھی۔ لوگ حیران ہو کر پوچھتے تھے کہ آپ کیسی خوشبو لگاتے ہیں کہ آپ کے کپڑے ہر وقت معطر محسوس ہوتے ہیں۔ کسی نے ایک مرتبہ بہت مجبور کیا تو وہ فرمانے لگے کہ میں تو کوئی خوشبو نہیں لگاتا۔ اس نے کہا کہ پھر آپ کے کپڑوں سے خوشبو کیسی آتی ہے؟

انہوں نے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں کسی گلی میں سے گزر رہا تھا۔ ایک مکان کے دروازے پر ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ گھر میں کوئی بیمار ہے، تم نیک بندے نظر آتے ہو، اس کو کچھ پڑھ کے پھونک دو، ہو سکتا ہے کہ ٹھیک ہو جائے۔ میں نے اس پر اعتماد کیا اور گھر کے اندر چلا گیا۔ جب اندر گیا تو اس نے تالا لگا دیا۔ اس کے بعد گھر کی مالکہ سامنے آئی۔ اسکی نیت میرے بارے میں بری تھی۔ وہ کہنے لگی کہ میں روزانہ تجھے گزرتے ہوئے دیکھتی تھی، میرے دل میں برائی کا خیال پیدا ہو گیا چنانچہ میں نے آج تجھے اس بوڑھی عورت کے ذریعے گھر بلایا ہے، لہٰذا اب میں گناہ کرنا چاہتی ہوں۔ جب اس نے اپنی نیت کا اظہار کیا تو میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور باہر نکلنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ کہنے لگی کہ اب تالا لگ چکا ہے، اگر نہیں مانو گے تو میں شور مچاؤں گی اور بہتان لگا کر سنگسار کرواؤں گی، اب دو باتوں میں سے ایک بات کا انتخاب کر لو۔ یا تو سنگسار ہونا پسند کر لو یا پھر میرے ساتھ گناہ کا ارتکاب کر لو۔

اس کی یہ باتیں سن کر میں بہت پریشان ہوا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں تجویز ڈالی تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے بیت الخلاء میں جانے کی ضرورت ہے، لہٰذا میں فارغ ہو کر تم سے بات کروں گا۔ اس عورت نے سوچا کہ چلو آمادہ تو ہو گیا ہے، تاہم اس نے مجھے بیت الخلاء کی جگہ دکھادی۔ میں وہاں گیا تو مجھے بیت الخلاء میں جو گندگی اور نجاست نظر آئی میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے اپنے جسم پر اور اپنے کپڑوں پر مل لیا۔ جب میں باہر نکلا تو میرے جسم سے سخت بدبو آرہی تھی۔ چنانچہ جب اس عورت نے مجھے دیکھا تو اس کے دل کے اندر میرے نفرت پیدا ہو گئی اور وہ کہنے لگی کہ یہ تو کوئی پاگل ہے، نکالو اس کو یہاں سے، یوں میں اپنا ایمان بچا کر اس گھر سے نکل آیا۔ اس کے بعد مجھے پریشانی ہوئی کہ میرے بدن اور کپڑوں سے لوگوں کو بدبو آئے گی۔ لہٰذا میں جلدی سے غسل خانے میں پہنچا اور میں نے اپنے بدن کو اور کپڑوں کو دھویا اور پاک کیا۔ جب گیلے کپڑے پہن کر میں باہر نکلا تو اس وقت میرے جسم سے خوشبو آنے لگی ...... اللہ اکبر...... ان کا اصل نام تو کوئی اور تھا لیکن چونکہ ان کے جسم سے مشک کی سی خوشبو آتی تھی اسلئے لوگ انھیں خواجہ مشکی کہہ کر پکارا کرتے تھے...... تو ایک موٹی سی بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ نیکی سے جسم سے خوشبو آتی ہے اور گناہ سے جسم سے بدبو آتی ہے۔

قبر میں بدن خراب ہونے یا نہ ہونے کی وجہ

اب ایک اور بات بھی آپ سمجھ لیجئے ...... یہ چیز آپ کو فائدہ دے گی ...... وہ یہ کہ کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو گلنے والی ہوتی ہیں۔ مثلاً آپ چاول پکائیں اور گرم گرم چاول کسی برتن میں ڈھانپ کر رکھ دیں تو ان میں بدبو سی پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے کہ آپ نے گرم گرم ڈال دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ سفر میں کھانا لے کر جاتے ہیں لیکن وہ جب کھولتے ہیں تو اس میں سے بدبو سی محسوس ہوتی ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں

کہ او ہو، بیوی نے کھانا پکایا تو تھا مگر گرم گرم ڈال دیا جس کی وجہ سے اس کے اندر بدبو آ گئی۔ یہاں یہ بات سمجھنے والی ہے کہ وہ کھانا اس لئے خراب ہوا کہ اس میں خراب ہونے والی چیز موجود تھی...... آپ اپنے پاس چینی یا گڑ کو بند کر لیں اور ایک سال بعد ڈبہ کھولیں تو اس کی مہک ٹھیک ہوگی کیونکہ اس میں خراب ہونے والی کوئی چیز نہیں تھی۔ ایک سال کے بعد بھی چینی چینی ہی ہوگی اور گڑ گڑ ہی ہوگا...... اب یہ بات بھی آپ کو معلوم ہوگئی کہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں خراب ہونے کا مادہ موجود ہوتا ہے اور وہ چند گھنٹوں میں ہی خراب ہو جاتی ہیں اور کچھ چیزوں میں خراب ہونے کا مادہ نہیں ہوتا لہٰذا وہ سالوں پڑی رہیں تو بھی خراب نہیں ہوتیں۔ اب جب یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی تو اس عاجز نے آپ کو جو اصل بات بتانی تھی وہ یہ ہے کہ گناہ کے اندر خراب کرنے کا مادہ ہوتا ہے کیونکہ وہ نجاست کی مانند ہوتا ہے اور نجاست بدبو ہی پھیلاتی ہے جس سے چیزیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے گناہوں کے اثرات کی وجہ سے قبروں کے اندر بدن خراب ہو جاتے ہیں اور کیڑوں کی غذا بنتے ہیں۔ اور نیکی کے اندر خوشبو ہوتی ہے اور خوشبو کو آپ جتنا عرصہ ڈھانپ کر رکھیں وہ خوشبو ہی رہے گی۔ لہٰذا اب ایک بات سامنے آئی کہ جو انسان دنیا میں توبہ تائب ہو کر مرے گا اس کے اوپر گناہوں کے اثرات نہیں ہوں گے۔ یہ بندہ قبر میں بھی چلا گیا تو اس کا جسم قبر میں بھی نہیں گلے سڑے گا۔ کیونکہ اس کے اندر گناہوں کے اثرات ہی نہیں ہیں۔ اس لئے بعض حضرات نے اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے جسم قبروں میں بالکل صحیح سالم دیکھے۔ ایک مرتبہ ہمارے شہر کے قبرستان میں قبر کے لئے زمین کو کھودا گیا تو ایک قبر کھل گئی۔ لوگ دیکھ کر حیران ہوئے کہ میت کا جسم تو کیا کفن کا کپڑا بھی بالکل صحیح سالم تھا۔ اس لئے کہ وہ بندہ توبہ تائب ہو کر مرا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے گناہوں سے ایسے پاک کیا تھا کہ اس کے بدن پر گناہوں کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اس لئے اس کا جسم زمین کے اندر خراب ہی نہیں ہو رہا تھا۔

ایک حیران کن منظر

پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے کہ میں کسی کام کے سلسلے میں لاہور گیا ہوا تھا۔ وہاں ایک دوست نے مجھے کہا، حضرت! اگر آپ کے پاس وقت ہو تو آپ کو ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا، کونسی چیز؟ وہ کہنے لگا، حضرت! آپ وہ چیز دیکھ کر یقیناً خوش ہوں گے لہٰذا اگر آپ کے پاس وقت ہے تو میں آپ کو لئے چلتا ہوں۔ میں نے کہا، ٹھیک ہے چلیں۔ اس نے مجھے اپنی گاڑی پر بٹھا لیا اور تقریباً دس کلومیٹر کا سفر طے کرنے کے بعد اس نے بریک لگا دی۔ وہ خود بھی گاڑی سے نیچے اتر آیا اور مجھے بھی کہا، حضرت! آپ بھی اتر آئیں۔ چنانچہ میں بھی اتر گیا۔

اس نے مجھے وہاں سڑک کے کنارے پر برگد کا ایک ایسا درخت دکھایا جو سخت آندھی کی وجہ سے جڑوں سے اکھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ اس درخت کی کیا خوبی ہے۔ وہ کہنے لگا، حضرت! آپ ذرا اس کے قریب ہو کر اس کی جڑوں کے اندر دیکھیں۔ چنانچہ جب میں نے قریب ہو کر دیکھا تو میں حیران رہ گیا کہ اس درخت کی جڑوں کے درمیان والی مٹی میں نورانی چہرے والے ایک باریش آدمی کی میت دفن تھی۔ اس میت کو درخت کی جڑوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ درخت کے اکھڑنے کی وجہ سے اس کی جڑوں میں سے مٹی گر گئی جس کی وجہ سے اس کی میت نظر آ رہی تھی اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا جسم اور کفن بالکل صحیح سلامت تھے۔

بعد میں ہم نے غور کیا کہ یہ درخت تقریباً ایک سو سال پہلے لگایا گیا تھا۔ جوں جوں درخت بڑھتا گیا اس کی جڑیں اس آدمی کی میت کو چاروں طرف سے گھیرتی گئیں۔ معلوم نہیں کہ اس آدمی کو اس درخت کے لگنے سے کتنا پہلے دفن کیا گیا تھا۔

قبر کیا سلوک کرتی ہے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جنازہ پڑھنے گئے ......اب

ذرا غور کیجئے گا کیونکہ یہ عاجز جو نکتہ آپ کے ذہن میں بٹھانا چاہتا ہے وہ فوراً آپ کے ذہن میں آجائے گا...... جنازہ پڑھنے کے بعد قبرستان میں ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر انھوں نے رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا، حضرت! آپ تو اس جنازہ کے سرپرست تھے آپ پیچھے کیوں کھڑے ہو گئے؟ فرمانے لگے کہ مجھے اس قبر میں سے ایسے آواز محسوس ہوئی جیسے یہ میرے ساتھ ہمکلامی کر رہی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ قبر نے آپ کے ساتھ کیا ہمکلامی کی؟ فرمایا کہ قبر نے مجھ سے یہ ہم کلامی کی کہ اے عمر بن عبدالعزیز! تو مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتا کہ جو بندہ میرے اندر آتا ہے تو میں اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں؟ میں نے کہا، بتادو۔ قبر کہنے لگی کہ میں اسکے ساتھ یہ سلوک کرتی ہوں کہ

- اس کے گوشت کو کھا جاتی ہوں،
- اس کی انگلیوں کے پوروں کو اس کے ہاتھوں سے جدا کر دیتی ہوں،
- اس کے ہاتھوں کو اس کے بازوؤں سے جدا کر دیتی ہوں،
- اس کے بازوؤں کو اس کے جسم سے جدا کر دیتی ہوں،
- یوں اس کی ہڈیوں کو جدا کر کے ان کو بھی کھا جاتی ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ جب قبر نے یہ بات کہی تو مجھے رونا آگیا۔

قبر میں عذابِ الٰہی کے مناظر

یہ واقعہ اس عاجز نے ایک مرتبہ ایک ملک میں سنایا۔ اس محفل میں پی ایچ ڈی ڈاکٹر، ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور سائنسدان قسم کے لوگ بلائے گئے تھے۔ محفل کے اختتام پر ایک سائنسدان صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے، حضرت! کیا آپ نے یہ واقعہ کسی کتاب میں سے پڑھا ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں، حضرت عمر بن

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل صدقات میں بھی نقل فرمایا ہے۔ جب ایسے مستند بزرگ کوئی واقعہ نقل کریں تو وہ صحیح ہوتا ہے۔

وہ کہنے لگے، حضرت! کیا آپ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہیں گے؟ میں نے کہا، بھئی! آپ کا کیا مطلب؟ وہ کہنے لگے، حضرت! یہ چیز یہاں ایک جگہ آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے۔ میں اس کی بات سن کر بڑا حیران ہوا۔ وہ کہنے لگے، حضرت! آپ تین گھنٹے فارغ کریں اور میں آپ کو لے جا کر یہ سب منظر آنکھوں سے دکھاؤں گا۔ مجھے اور حیرانی ہوئی۔ میں نے کہا، ٹھیک ہے کل چلیں گے۔

اگلے دن وہ ڈاکٹر صاحب وقت پر ہی آگئے اور ہمیں ایک میوزیم (عجائب گھر) میں لے گئے۔ اس عجائب گھر کے اندر ان کافروں نے حنوط شدہ لاشیں رکھی ہوئی تھیں...... اس سٹیج پر بیٹھ کر میں یہ بات بڑی ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں، میں باوضو ہوں، مسجد میں بیٹھا ہوں اور سو فیصد صحیح بات کہہ رہا ہوں...... انہوں نے اس عجائب گھر میں شیشے کے کمرے بنائے ہوئے تھے۔

جب پہلے کمرے میں گئے تو اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے۔ جب ہم اندر گئے تو ہمیں ایک لاش نظر آئی جس پر انھوں نے کیمیکل لگا کر اسے ہر چیز سے بچایا ہوا تھا...... اس کو حنوط شدہ لاش کہتے ہیں۔ انگلش میں اس کو **Mummy** (ممّی) کہتے ہیں...... انہوں نے کہا کہ جب کوئی بندہ مرتا ہے تو وہ اس حالت میں ہوتا ہے، ہم نے اس کو کیمیکل لگا کر یہاں رکھ دیا ہے۔ ہم اس لاش کو دیکھ کر حیران ہوئے۔

پھر وہ دوسرے کمرے میں لے کر گیا۔ وہاں ایک پلیٹ پر لکھا ہوا تھا کہ یہ آدمی مرا، ہم نے اسے قبر میں ڈالا اور چند دنوں کے بعد ہم نے قبر کو کھولا اور جس حالت میں اس کی لاش کو پایا، ہم نے اسی حالت میں اس پر کیمیکل چھڑک کر یہاں رکھ دیا۔

ہم نے جب اس بندے کو دیکھا تو اس کا باقی سارا جسم ٹھیک تھا مگر اس کی دونوں آنکھوں کے ڈھیلے ڈھلک کر اس کے رخساروں پر آ چکے تھے اور ان میں کیڑے پڑ چکے تھے...... معلوم ہوا کہ قبر کے اندر بندے کے جسم میں جو سب سے پہلی تبدیلی آتی ہے وہ یہ ہے کہ آنکھوں کے ڈھیلے ڈھلک کر رخساروں پر آ جاتے ہیں اور ان میں کیڑے پڑ جاتے ہیں...... جن آنکھوں سے غیر اللہ کو محبت کی نظر سے دیکھتا تھا ان پر سب سے پہلے کیڑے چمٹتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے تیری آنکھیں قابو میں نہیں تھیں، تو غیر اللہ کو چاہتوں اور محبتوں سے دیکھتا تھا مگر یہ حق تیرے پروردگار کا تھا لیکن تجھے غیر محرموں کے چہرے اچھے لگتے تھے۔ تو جو آنکھیں غیر محرم کو محبت کی نظر سے ہوس کے ساتھ دیکھتی پھرتی ہیں قبر میں سب سے پہلے انہی آنکھوں کو کیڑے کھائیں گے۔

اس کے بعد ہم تیسرے کمرے میں گئے۔ اس کمرے میں پڑی ہوئی لاش کی آنکھوں کے ڈھیلوں کو بھی کیڑوں نے کھالیا تھا مگر اب اس کے ہونٹوں کو بھی کیڑے کھا چکے تھے۔ صرف دانتوں کی بتیسی نظر آ رہی تھی۔ اس کے علاوہ باقی لاش ٹھیک تھی...... تو دوسری تبدیلی یہ آئی کہ اس کے منہ میں کیڑے پڑ گئے اور کیڑوں نے اس کے ہونٹوں کو کھالیا۔ جس کی وجہ سے دور سے اس کے دانت نظر آ رہے تھے...... معلوم ہوا کہ جس زبان سے انسان اللہ کے شکوے کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ غلط محبت بھری باتیں کرتا ہے اب دوسرے نمبر پر اس زبان کو کیڑوں نے کھالیا۔

پھر ہم چوتھے کمرے میں گئے۔ ہم نے وہاں بھی دیکھا کہ آنکھوں سے ڈھیلے نکلے ہوئے تھے اور ان کو کیڑوں نے کھالیا تھا اور زبان کو بھی کیڑوں نے کھالیا تھا۔ اس کے علاوہ ہم نے دیکھا کہ اس کا پیٹ پیالے کی طرح بنا پڑا ہے اور اس پیالے کے اندر کیڑے پڑے ہوئے ہیں...... جس پیٹ میں حرام ڈالتا تھا اب اس میں کیڑے پڑ چکے تھے اور اسے کھا رہے تھے۔

پھر اگلے کمرے میں دیکھا کہ کیڑوں نے پھیلنا شروع کر دیا تھا۔ بالآخر ایک ایسے کمرے میں گئے جہاں کیڑوں نے جسم کا پورا گوشت کھا لیا تھا فقط ہڈیاں موجود تھیں...... پھر اگلے کمروں میں ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کی حالت کا مشاہدہ کیا۔ ......اور جب ہم آخری کمرے میں پہنچے تو وہاں لکھا ہوا تھا کہ جب ہم نے اس قبر کو کھودا تو فقط ریڑھ کی ہڈی کا اتنا سا حصہ باقی تھا، باقی سب ہڈیوں کو بھی مٹی نے کھا لیا تھا۔

یہ سب معاملات انسان کو قبر کے اندر پیش آتے ہیں۔ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا تھا اور اس ملک کے کافروں نے قبر میں جو تبدیلی دیکھی اسے حنوط شدہ لاشوں کی صورت میں لوگوں کے لئے **Display** (نمائش) بنایا ہوا تھا۔ مگر وہ کونسی لاشیں ہوتی ہیں جن کو مٹی اور کیڑے کھاتے ہیں؟ یہ ان لوگوں کی لاشیں ہوتی ہیں جو گناہ کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے اندر گناہوں کے اثرات ہوتے ہیں اس لئے مٹی اور کیڑے ان کی لاشوں کو کھاتے ہیں۔ اور جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں اور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں، چونکہ انہوں نے اپنے علم اور ارادے سے گناہ نہیں کیا ہوتا اس لئے ان کی لاشیں قبروں میں محفوظ رہتی ہیں۔ انبیائے کرام کے بارے میں تو حدیث پاک میں آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا، اسی طرح جو انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور وہ گناہوں سے اپنے جسموں کو بچاتے ہیں، چونکہ ان کے جسموں میں گناہوں کی نجاست نہیں ہوتی اس لئے جب ان کے جسموں کو قبروں میں رکھ دیتے ہیں تو اللہ کی زمین ان کے جسموں کو بھی نہیں گلا سکتی اور کیڑے بھی ان کے جسموں میں نہیں پڑ سکتے۔ اسی لئے بعض اولیاء اللہ کے جسم قبرستان کی کھدائی کے وقت بالکل صحیح سالم پائے گئے کیونکہ ان کے جسم میں گناہوں کے اثرات نہیں تھے۔

مٹی میں پھول......!!!

کئی ایسے نیکوکار بھی ہوتے ہیں کہ قبر کی مٹی نے انکے جسموں میں کیڑے تو کیا ڈالنے، ان کے جسم کی خوشبو قبر کی مٹی کو بھی خوشبودار بنا دیتی ہے۔

(۱)......آپ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ تو سنا ہوگا کہ جب ان کو قبر میں دفن کیا گیا تو قبر کی مٹی سے خوش بو آتی رہی۔ وہ سمرقند سے تقریباً بائیس میل کے فاصلے پر خرتنگ نامی گاؤں میں مدفون ہیں۔ اس عاجز کو وہاں جا کر چند دن گزارنے کا موقع ملا۔ ان کا مزار مہمان خانے اور مسجد کے درمیان تھا۔ لہٰذا ہم جب بھی مہمان خانے سے مسجد کی طرف جاتے تو ان کے مزار کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک عجیب طرح کی خوشبو محسوس کرتے۔ میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ کیا لوگ یہاں آ کر عطر چھڑکتے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ کوئی ایک بندہ بھی عطر نہیں چھڑکتا، آپ دیکھیں کہ اردگرد ہر جگہ ماربل ہے، یہاں کوئی کچھ نہیں کرسکتا، البتہ میں اتنے سالوں سے امام اور خطیب ہوں، میں جب بھی اس جگہ سے گزرتا ہوں مجھے ہمیشہ اس جگہ سے خوشبو آتی ہے۔ اللہ اکبر۔

وہ کہنے لگے کہ لوگ یہاں خوشبو سونگھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا، حضرت! مجھے تو کوئی حیرانی نہیں ہو رہی۔ کہنے لگے، کیا آپ حیران نہیں ہو رہے کہ وہاں سے گزرتے ہوئے خوشبو آتی ہے؟ میں نے کہا، نہیں مجھے حیرانی نہیں ہو رہی۔ کہنے لگے کہ آپ اس بات سے کیوں حیران نہیں ہو رہے؟ میں نے کہا، اس لئے کہ

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم تو مشکے یا عنبرے
کہ از بوئے دل آویز تو مستم

بگفتا من گل ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

[ایک دن خوشبودار مٹی مجھے حمام میں اپنے محبوب کے ہاتھ سے ملی میں نے اس سے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر کہ میں تیری دل آویز خوشبو سے مست ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں ایک کم قیمت مٹی ہوں لیکن کچھ وقت ایک پھول کے ساتھ رہ چکی ہوں۔ اپنے ہمنشین کے جمال نے مجھ پر اثر کیا ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں]

(۲)......ایک مرتبہ انڈیا میں طاعون کی بیماری پھیلی۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ اسی طاعون میں انہیں شہادت ملے گی......حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو طاعون کی بیماری میں مرا وہ شہیدِ آخرت میں سے ہے...... جب ان کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر کی مٹی میں سے بھی خوشبو آتی تھی۔

(۳)......حضرت مولانا احمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو لاہور میں میانی شریف کے قبرستان میں دفن کیا گیا تو ان کی قبر کی مٹی میں سے بھی خوشبو آیا کرتی تھی۔ بعد میں ان کے لواحقین نے دعا مانگی کہ اے اللہ! اس خوشبو کو دور فرما دیجئے ورنہ لوگ مٹی اٹھا کر گھر لے جائیں گے......عوام الناس کا تو یہی حال ہوتا ہے...... چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی وجہ سے اس خوشبو کو لوگوں پر ظاہر ہونا ختم فرما دیا۔ البتہ ہم یقین کرتے ہیں کہ ان کی قبر کے اندر اب بھی خوشبو موجود ہو گی ...... یہ خوشبو کیوں ہوتی ہے؟ یہ حقیقت میں نیکیوں کی خوشبو ہوتی ہے۔

ایک مسلمہ حقیقت

ہم جب بھی گناہ کرتے ہیں ہم سمجھ لیں کہ ہم اس وقت اپنے اوپر نجاست مل

رہے ہوتے ہیں۔ اگر ان نجاستوں کو ہم توبہ کیے بغیر اپنے ساتھ لے کر قبر میں چلے گئے تو وہاں یہ نجاست ضرور بدبو پھیلائے گی اور بدبو سے کیڑے پیدا ہوں گے۔ بلکہ نجاست میں تو ویسے ہی کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر ہمارے جسم کو کیڑے ہی کھائیں گے اور کیا ہوگا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم گناہوں سے بچیں اور اپنے جسم میں نیکی کی خوشبو پیدا کریں۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی خوشبو کے اثرات دکھائیں گے اور آخرت میں بھی انشاء اللہ اس کے اثرات ملیں گے۔

تاہم یہ بات ایک مسلمہ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے کہ جب تک ہم اپنے دل سے گناہوں کا میل کچیل نہیں اتاریں گے اس وقت تک ہمیں اللہ رب العزت کا وصل نصیب نہیں ہو سکے گا۔ اس کی ایک مثال سن لیجئے...... ایک مرتبہ ہمیں مسکین پور شریف جانے کا موقع ملا۔ وہاں ایک چھوٹی سی دیوار تھی۔ اسے طلباء اونچا کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ سیمنٹ کی ایک بوری لے آئے۔ اینٹیں بھی منگوالیں اور خود ہی مسالہ بنا کر ذرا اونچی دیوار بنا دی۔ مگر کچھ عرصے کے بعد اوپر کی بنی ہوئی دیوار خود بخود گر گئی۔ وہ اینٹیں آپس میں تو مضبوطی سے جڑی ہوئی تھیں مگر پہلے والی دیوار کے ساتھ اس کا جوڑ ٹھیک نہ لگ سکا تھا۔ طلباء پھر پریشان ہوئے۔ پھر انھوں نے کچھ عرصے کے بعد دوبارہ پیسے جمع کیے اور سیمنٹ خرید کر دوبارہ دیوار بنائی۔ مگر وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا۔ یہ عاجز وہاں گیا ہوا تھا تو ان میں سے کچھ طلباء نے کہا کہ سنا ہے آپ انجینئر ہیں لہٰذا آپ بتا دیجئے کہ ہم کہاں غلطی کر رہے ہیں۔ اس عاجز نے ان سے عرض کیا کہ آپ مسالہ بھی ٹھیک بنا رہے ہیں، پانی بھی پورا ڈال رہے ہیں، اینٹوں کو بھی گیلا کر رہے ہیں مگر ایک کوتاہی بھی کر رہے ہیں۔ وہ کوتاہی یہ ہے کہ پرانی دیوار کے اوپر مٹی جمی ہوئی ہے، آپ لوگوں نے موٹی موٹی مٹی اتار دی ہے لیکن اس کو اچھی طرح صاف نہیں کیا لہٰذا آپ لوہے کا برش لے کر اس کو پرانی دیوار کی اینٹوں پر اچھی طرح رگڑیں حتیٰ کہ ان پر مٹی اور میل کچیل ختم ہو جائے۔ چنانچہ طلباء نے ایسا ہی کیا۔ انہوں

نے اچھی طرح رگڑ رگڑ کر دیوار کے اوپر کی سطح کو بالکل صاف کر دیا اور پھر سیمنٹ کی مدد سے دیوار بنادی۔ وہ دیوار بالکل صحیح دیوار کی طرح مضبوط اور یک جان بن گئی۔ طلبا بڑے حیران ہوئے۔ اس وقت اس عاجز نے موقع غنیمت جانتے ہوئے ان طلبا کو سمجھایا کہ یہاں سے معرفت کی ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب تک پرانی اینٹیں میلی رہیں ان کا نئی اینٹوں کے ساتھ جوڑ پکا نہ ہوسکا یہی حالت ہمارے قلب کی ہے، جب تک قلب کے اوپر گناہوں کی میل مٹی رہے گی تب تک اس دل کا تعلق اللہ رب العزت کی پاک ذات کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ عزیز طلبا! ہمیں چاہئے کہ ہم گناہوں سے سچی پکی توبہ کریں۔ جب تک ہم گناہوں کی جان نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک پریشانیاں ہماری جان نہیں چھوڑیں گی۔

گناہوں کے مضر اثرات

یاد رکھنا کہ اگر ہم گناہ کریں گے تو گناہوں کے اثرات سے نہیں بچ سکیں گے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (النساء:۱۲۳)

[جس نے بھی برائی کی اس کو اس کی سزا ملے گی]

یہاں یہ قرآنی اصول سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جس نے بھی گناہ کیا اس گناہ کا وبال اس پر ضرور آئے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں

اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (سورئہ یونس : ۲۳)

[تمہاری بغاوت تمہاری اپنی جانوں پر]

گناہوں کا وبال ضرور آتا ہے اس میں کوئی استثناء نہیں ہے کہ طالب علموں کو چھوڑ دیا جائے گا یا علما کو چھوڑ دیا جائے گا یا صوفیوں کو چھوڑ دیا جائے گا، نہیں، ضرور اثرات پڑیں گے۔

...... برف ہو اور ٹھنڈی نہ لگے۔

......آگ ہو اور گرم نہ لگے۔

......گناہ ہو اور اس کے برے اثرات نہ ہوں، یہ کیسے ممکن ہے؟

یاد رکھیں کہ گناہوں کی سزا ضرور ملتی ہے، خواہ ہمیں اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔ بعض اوقات تو واقعی ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے کن کن نعمتوں سے محروم ہو رہے ہیں ......گناہوں کے کیا کیا برے اثرات ہوتے ہیں؟

......اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں:

(۱)......گناہوں کی وجہ سے انسان کی قوتِ حافظہ کم ہو جاتی ہے۔ اکثر طالب علم یہی شکایت کرتے ہیں کہ حضرت! مجھے باتیں یاد نہیں رہتیں، مطالعہ کرتا ہوں تو بھول جاتا ہوں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے استاد سے یہی سوال کیا تھا۔ پھر اس کو شعر کی صورت میں یوں لکھا:

شکوت الی وکیع سوء حفظی

فاوصانی الی ترک المعاصی

فان العلم نور من الٰهی

و نور الله لا یعطی لعاصی

[میں نے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظے کی کمی کی شکایت کی، انہوں نے وصیت کی کہ اے طالب علم! گناہوں سے بچ جاؤ کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور کسی گنہگار کو عطا نہیں کیا جاتا]

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ گناہوں سے بچنے کی وجہ سے انسان کی قوتِ حافظہ اچھی ہوتی ہے۔ لہٰذا جو طلبا پوچھتے ہیں کہ حضرت! قوتِ حافظہ اچھی ہونے کا کوئی وظیفہ بتائیں وہ سن لیں کہ قوتِ حافظہ بڑھانے کا سب سے بڑا وظیفہ یہ ہے کہ گناہوں سے بچ جایئے۔ قوتِ حافظہ میں خود بخود اضافہ ہو جائے گا۔ یاد رکھیں کہ

جیسے معتکف کو ہر وقت ثواب مل رہا ہوتا ہے اسی طرح مدرسے میں رہتے ہوئے طالب علم کو بھی ہر وقت ثواب مل رہا ہوتا ہے...... کھانے پر بھی ثواب...... سونے پر بھی ثواب...... لیٹنے پر بھی ثواب...... پڑھنے پر بھی ثواب...... حتیٰ کہ ہر ہر عمل پر طالب علم کو ثواب مل رہا ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے۔ اس لئے طالب علموں کو چاہئے کہ وہ گناہوں سے بچیں ورنہ گناہوں کا وبال ضرور آئے گا۔

(۲)...... انسان گناہوں کی وجہ سے جسمانی قوت کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ مثلاً وہ آکر کہتا ہے کہ حضرت! میں کمزور ہو گیا ہوں، نظر بھی کمزور ہو گئی ہے، اٹھتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجاتا ہے، ہاضمہ خراب ہو گیا ہے، وضو قائم نہیں رہتا۔ ایسے حضرات کو چاہئے کہ وہ من چاہی زندگی کو چھوڑ کر رب چاہی زندگی کو اختیار کریں اور لوہے کا لنگوٹ کس کر باندھ لیں، انشاء اللہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمادیں گے اور اس کی یہ پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔

(۳)...... گناہ کا اگر کسی اور کو پتہ چل جائے تو عزت کی بجائے الٹا ذلت ملتی ہے۔ عورتوں کے سروں سے دوپٹے اتر جاتے ہیں، مردوں کے سروں سے پگڑیاں اچھل جاتی ہیں، بلکہ سر میں جوتے بھی پڑتے ہیں اور اگر کامیاب طریقے سے چھپ چھپ کر بھی گناہ کر لیا تو بھی گناہوں کے برے اثرات سے نہیں بچ سکے گا۔

(۴)...... برائی کا اثر لوٹ کر اپنے اہل پر آتا ہے۔ قرآن عظیم الشان میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

وَ لاَ یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّیُٔ اِلاَّ بِاَھْلِهٖ

[اور برائی کا داؤ الٹے گا انہی برائی والوں پر]

جب انسان گناہوں کی تدبیر دل میں رکھتا ہے، اس کی سوچ رکھتا ہے تو یہ چیز اس کے اہل پر لوٹتی ہے۔ کوئی نوجوان یہ نہ سمجھے کہ ہم ہی غیر محرم کو میلی نظر سے دیکھتے ہیں، جی ہاں یہ نظریں ہمارے اہل کی طرف بھی لوٹ سکتی ہیں۔ اسی لئے نبی علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم دوسروں کی عورتوں سے پرہیز گاری کا معاملہ کرو گے تو تمہاری اپنی عورتوں کے ساتھ بھی پرہیز گاری کا معاملہ کیا جائے گا......اس اصول کو مدِ نظر رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ جو بندہ دوسروں کی عزت خراب کرتا ہے اس کی خود اپنی عزت بھی خراب ہوتی ہے۔

ایک سنار تھا۔اس کی بیوی نہایت خوب صورت اور خوب سیرت تھی۔ایک دن وہ دوپہر کے وقت کھانا کھانے گھر گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی زاروقطار رو رہی تھی۔اس نے پوچھا، اللہ کی بندی! کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ یہ چھوٹا سا یتیم بچہ جو ہم نے گود میں لے کر پالا تھا اب سترہ سال کا ہو چکا ہے۔آج میں نے اسے سبزی لینے بازار بھیجا۔ جب واپس آکر سبزی دینے لگا تو اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر دبا دیا۔ مجھے اس کی نیت میں فتور نظر آیا۔ مجھے بہت زیادہ صدمہ ہوا ہے کہ میں اس کے لئے ماں کی حیثیت رکھتی ہوں اور اس کی میرے بارے میں یہ سوچ ہے، میں اسی صدمے کی وجہ سے بیٹھی رو رہی ہوں کہ وفا دنیا سے اٹھ گئی ہے۔ یہ بات سن کر سنار کی آنکھوں میں سے بھی آنسو آگئے۔ بیوی کہنے لگی، اب آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ اس بچے کی کوتاہی نہیں بلکہ یہ میری اپنی کوتاہی ہے۔اس نے پوچھا، وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا کہ آج میرے پاس عورتیں چوڑیاں خریدنے کے لئے آئیں۔ان میں سے ایک عورت چوڑی پہننا چاہتی تھی مگر اس سے پہنی نہیں جا رہی تھی، اس نے مجھے کہا کہ آپ مجھے چوڑی پہنا دیں۔ جب میں نے اسے چوڑی پہنائی تو مجھے اس کے ہاتھ اچھے لگے اس لئے میں نے چوڑی پہنانے کے دوران اس کے ہاتھوں کو شہوت کے ساتھ دبا دیا تھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میری بیوی کا ہاتھ کسی اور نے شہوت کے ساتھ دبا دیا۔

اگر ہم اپنی نظریں ادھر ادھر کرتے پھریں گے تو ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں دوسروں کی ہوس بھری نظروں سے محفوظ نہیں رہیں گی۔خاوند کیا سمجھتے ہیں کہ ہم جس

پر چاہیں نظروں کے تیر پھینکتے رہیں اور ہماری بیویاں بچی رہیں گی۔نہیں ہماری ان حرکتوں کا وبال لوٹ کر ہمارے اہل پر آئے گا۔

(۵)......گناہوں کی وجہ سے انسان مناجات کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے......بنی اسرائیل کا ایک عالم تھا۔اس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا۔ایک مرتبہ وہ دعا مانگتے ہوئے کہنے لگا،اے اللہ!میں نے تو آپ کی نافرمانی کی مگر آپ نے مجھ پر اپنی نعمتیں برقرار رکھیں،یہ تیرا کتنا بڑا احسان ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں بات ڈالی کہ تمہیں اس کی سزا مل رہی ہے مگر چونکہ تمہاری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اس لئے تمہیں وہ سزا نظر نہیں آرہی۔اس نے فوراً دعا مانگی کہ اے اللہ!آپ واضح فرما دیجئے کہ مجھے گناہوں کی سزا کیسے مل رہی ہے؟اللہ رب العزت نے دل میں بات ڈالی کہ کیا تم محسوس نہیں کرتے کہ جب سے تم نے یہ گناہ شروع کیا ہے ہم نے اسی دن سے تمہیں اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیا ہے

(۶)......گناہوں کی وجہ سے تہجد کی پابندی چھین لی جاتی ہے۔ایک آدمی دعا مانگتے ہوئے رورہا تھا۔کسی دوسرے آدمی نے دیکھ کر سوچا کہ یہ ریاکاری کی وجہ سے رورہا ہے۔اس کی اس بدگمانی کی وجہ سے اسے چھ ماہ تک تہجد کی پابندی سے محروم کر دیا گیا۔

(۷)......اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے انسان کو تکبیرِ اولیٰ کی پابندی سے محروم کر دیتے ہیں۔ہم سے سنتیں چھوٹ رہی ہوتی ہیں اور ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کتنی بڑی نعمت سے محروم ہو رہے ہیں۔ہم سے مختلف اوقات کی مسنون دعائیں دانستہ طور پر چھوٹ رہی ہوتی ہیں اور ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم اپنا کتنا نقصان کر رہے ہوتے ہیں۔

(۸)......گناہوں کی کثرت کی وجہ سے دل میں گناہ کا گھناؤنا پن کم ہو جاتا ہے اور انسان گناہ کو ہلکا سمجھ کر کرتا رہتا ہے۔مؤمن مرد گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے سر پر پہاڑ آ گیا ہو جو ابھی آکر گرے گا اور فاسق سمجھتا ہے کہ مکھی بیٹھی تھی اڑا دی۔

(۹)......گناہوں کی وجہ سے علوم و معارف سمجھنے کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور بندے کو پتہ ہی نہیں ہوتا۔

(۱۰)......گناہوں کی کثرت کی وجہ سے علم پر عمل کرنے کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ اس عاجز کے پاس دورۂ حدیث کے ایک طالب علم کو اس کا والد لے کر آیا اور کہنے لگا، حضرت! میرا یہ بیٹا دورۂ حدیث کا طالب علم ہے، یہ پابندی سے نمازیں نہیں پڑھتا۔ آپ دعا فرما دیں کہ یہ پابندی سے پانچ وقت کی نمازیں پڑھنی شروع کر دے۔

(۱۱)......گناہوں کی وجہ سے علم کا فیض جاری نہیں ہوتا اور انسان ابتر یعنی روحانی طور پر لاولد بن جاتا ہے۔

(۱۲)......گناہوں کی وجہ سے انسان کی بات کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج واعظِ خوش الحان تو مل جاتے ہیں مگر ان کی باتیں سر سے گزر جاتی ہیں۔

(۱۳)......اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اس انسان کے ماتحت لوگ اس کی نافرمانی کرتے ہیں......مجاہد بن عوض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب کبھی مجھ سے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں کوتاہی ہوئی میں نے اس کا اثر یا تو اپنی بیوی میں دیکھا، یا باندی میں دیکھا یا سواری کے جانور میں دیکھا گویا جب انہوں نے اپنے رب کا حکم ماننے میں کوتاہی کی تو ان کے ماتحتوں نے ان کا حکم ماننے میں کوتاہی کی۔

(۱۴)......گناہوں کی وجہ سے انسان ہر وقت Tension (پریشانی) کا شکار رہتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان گناہ کا ارتکاب بھی کرے اور اسے ہمیشہ کا سکون بھی نصیب ہو جائے۔ آج لوگ گناہ کے راستے سے سکون کے متلاشی نظر آتے ہیں جب کہ یہ ان کی خام خیالی ہے۔ سکون اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب کہ اللہ کی رضا والے کام کیے جائیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا بڑے بڑے ہوٹلوں میں جب کھانا دیتے ہیں، وہاں ''بوفے سسٹم'' ہوتا ہے ایک ٹرے میں بہت سارا کھانا رکھ دیتے ہیں اور ہر ٹرے کے نیچے ایک بتی جلا دیتے ہیں، اس بتی کا کام ہوتا ہے کھانا

گرم رکھنا، جتنی دیر کھانا رکھا رہتا ہے وہ گرم رہتا ہے، اسی طرح جو بندہ بھی گناہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ پریشانی کی بتی سلگا دیتے ہیں۔ اس کے دل کو پریشان رکھتے ہیں، جب تک توبہ نہیں کرے گا، اس کا دل پریشان رہے گا، کبھی بیوی کی طرف سے پریشانی، کبھی صحت کی طرف سے پریشانی، کہیں نہ کہیں پریشانی کی بتی جل رہی ہوگی۔ پریشان ہو رہا ہوگا، ڈپریشن (Depression) میں وقت گزر رہا ہوگا، تو گناہ انسان کو ہمیشہ پریشان رکھتا ہے، بے چین رکھتا ہے۔

گناہ کی سزا کی تین صورتیں

بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال بھی اس پر ضرور پڑتا ہے......توجہ فرمائیے گا ......علماء نے لکھا ہے کہ گناہ کی سزا تین طرح سے ملتی ہے۔

(۱)......ایک کو ''نکیر'' کہتے ہیں۔ یعنی گناہ کیا اور ادھر کوئی مصیبت پڑ گئی۔ کئی لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ ایک آدمی میرے پاس آ کر کہنے لگا، حضرت! میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب میں کسی کا دل دکھاتا ہوں تو کوئی نہ کوئی میرا نقصان ہو جاتا ہے۔ اب وہ کسی کا دل دکھانے سے بہت گھبراتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کا اثر دنیا میں ضرور دیکھتا ہے۔ کبھی کوئی مصیبت آ پڑتی ہے اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس کے ماتحتوں کو اس کا نافرمان بنا دیتے ہیں۔ مثلاً بیوی ہٹ دھرم اور ضدی مل جاتی ہے جو گھر کے سکون کی تباہی کا باعث بنتی ہے یا پھر اولاد میں سے کوئی ایسا بن جاتا ہے جو اسے موٹے موٹے آنسوؤں سے رلاتا ہے۔ یہ اس گناہ کی نقد سزا مل رہی ہوتی ہے۔ اسے نکیر کہتے ہیں۔

(۲)......کبھی کبھی گناہ کی سزا ملنے میں ''تاخیر'' ہو جاتی ہے۔ تاخیر سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو فوری طور پر سزا نہیں دیتے بلکہ کچھ دیر کے بعد سزا دیتے ہیں۔ انسان گناہ تو جوانی میں کرتا ہے اور سزا بڑھاپے میں ملتی ہے اور

بڑھاپے کی سزا بڑی عبرتناک ہوا کرتی ہے۔فرض کریں کہ بڑھاپے میں بیوی نافرمان بن جائے اور اس وقت اولاد جوان ہو چکی ہو اور وہ اولاد ماں کا ساتھ دینے والی ہو تو پھر بوڑھے کا جو بڑھاپا گزرے گا وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکے گا۔یا بڑھاپے میں کوئی ایسی بیماری لگا دی کہ دوسروں کا محتاج ہو گیا۔اس صورت میں بھی بندہ سزا بھگت رہا ہوتا ہے۔ایک صاحب اس عاجز کے پاس آ کر کہنے لگے، حضرت! میں گناہ بھی کوئی نہیں کرتا لیکن بڑی پریشانی رہتی ہے۔میں نے کہا، آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے زندگی میں جتنے بھی گناہ کئے، کیا ان سب گناہوں سے سچی توبہ کر لی ہے یا کچھ گناہ ایسے بھی ہیں کہ جن سے ابھی توبہ نہیں کی؟ کہنے لگے، جی نہیں، کچھ گناہ ایسے ہوں گے کہ جن سے ابھی توبہ نہیں کی۔میں نے کہا، وہ گناہ نامہ اعمال میں تو لکھے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا آ سکتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید ان کے ساتھ جا رہا تھا۔اس نے ایک بے ریش عیسائی لڑکے کو دیکھا تو حضرت سے پوچھنے لگا، حضرت! اللہ ایسے چہروں کو بھی جہنم میں ڈال دے گا۔اس کی بات سے حضرت سمجھ گئے کہ اس نے شہوت کی نظر سے اس کو دیکھا ہے۔حضرت نے اسے فرمایا کہ توبہ کرو کیونکہ تم نے اسے بری نظر سے دیکھا ہے۔وہ کہنے لگا، جی نہیں، میں تو ویسے ہی پوچھ رہا ہوں۔چنانچہ اس نے توبہ نہ کی اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ حافظِ قرآن تھا، اس گناہ کی نحوست کی وجہ سے بیس سال بعد قرآن پاک کے حفظ کے نور سے محروم ہو گیا۔یعنی وہ قرآن بھول گیا۔

(۳)......کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''خفیہ تدبیر'' ہوتی ہے۔خفیہ تدبیر یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے باوجود اس کو نعمتیں دیتے رہتے ہیں تاکہ یہ اچھی طرح ان نعمتوں کو استعمال کر کے غافل ہو جائے اور پھر آخرت کی بڑی سزا کا مستحق بن جائے۔اس لئے یاد رکھئے کہ جب انسان گناہ کر رہا ہو اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی

نعمتوں کو بھی دیکھ رہا ہو تو یہ بہت ڈرنے کی بات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً. (الانعام: ۴۴)

[پھر جب وہ بھول گئے جو ان کو نصیحت کی گئی تھی، ہم نے ان کے لئے ہر چیز کے دروازے کھول دیئے حتیٰ کہ وہ خوش ہو گئے جو ان کو نعمتیں ملی تھیں، ہم نے ان کو اچانک اپنی پکڑ میں لے لیا]

کئی مرتبہ انسان اس کو سزا سمجھتا ہی نہیں اور یہ سب سے بڑی سزا ہوتی ہے اور بندے کو محسوس ہی نہیں ہوتا۔

بنی اسرائیل کا ایک عالم کسی گناہ میں ملوث ہو گیا۔ وہ ڈرتا رہا کہ کہیں اس گناہ کا وبال نہ آپڑے۔ کچھ عرصہ بیت گیا۔ ایک مرتبہ اس نے دعا مانگتے ہوئے یہ دعا مانگی، اے اللہ! تو کتنا مہربان ہے کہ میں تیری نافرمانی کر رہا ہوں اور تو مجھ پر اپنی تمام نعمتیں سلامت رکھے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اے میرے بندے! نعمتیں مجھ سے نہیں بلکہ تجھ سے لی گئی ہیں۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگا، اے اللہ! ایسی کون سی نعمت مجھ سے لی گئی ہے؟ فرمایا گیا کہ تو غور کر کہ جس دن سے تو گناہ کا مرتکب ہوا ہے، اس دن سے ہم نے تجھے رات تہجد کے وقت رونے کی لذت سے محروم کر دیا ہے۔ پھر اسے احساس ہوا کہ واقعی جب سے گناہ کا مرتکب ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے رات کو مناجات کی لذت چھین لی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ ان تینوں میں سے کسی نہ کسی ایک صورت میں گناہوں کی سزا ضرور دیتے ہیں۔ اسی لئے کسی نے کہا،

؎ عدل و انصاف فقط حشر پر موقوف نہیں
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

چھ کام بے فائدہ ہوتے ہیں

چھ کام بے فائدہ ہوتے ہیں۔

۱)......انسان یہ سمجھے کہ میرے دل میں اللہ کا بہت خوف ہے مگر وہ گناہوں سے نہ بچے تو یہ خوف بے فائدہ ہے۔

۲)......جو انسان یہ کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے بڑی امیدیں ہیں مگر وہ عمل کرنے کی کوشش نہ کرے تو یہ امید بھی بے فائدہ ہے۔ اس لئے عمل کی کوشش ضرور کرے۔

۳)......آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا تو مانگے مگر اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن نہ ہو تو وہ دعا بھی بے فائدہ ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تو اللہ تعالیٰ سنتا ہی نہیں۔ جب حسنِ ظن ہی نہیں ہوگا تو پھر دعا کیا قبول ہوگی۔

۴)......ندامت کے بغیر استغفار بے فائدہ ہوتی ہے۔

۵)......اصلاحِ باطن کے بغیر ظاہر بے فائدہ ہوتا ہے......اور

۶)......اخلاص کے بغیر عمل بے فائدہ ہوتا ہے۔

سوچنے کی بات

سوچنے کی بات یہ ہے جو کتابیں آج کے طالب علم پڑھتے ہیں ہو بہو یہی کتابیں ہمارے اکابر نے بھی پڑھیں۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی صحاح ستہ پڑھیں، اس وقت کی صحاح ستہ کوئی جدا نہیں تھیں۔ اسی قرآن پاک کی تفسیر پڑھی ان کے پاس کوئی علیحدہ انوکھا قرآن نہیں تھا، جو احادیث آج دورہ حدیث کا طالب علم پڑھ رہا ہوتا ہے ان حضرات نے بھی یہی کچھ پڑھا، جب سب کتابیں ایک جیسی ہیں تو پھر

......ہر طالب علم قاسم نانوتوی کیوں نہیں بنتا؟

...... ہر طالب علم انور شاہ کشمیری کیوں نہیں بنتا؟

...... ہر طالب علم شیخ الہند محمود الحسن کیوں نہیں بنتا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ کتابیں تو انہوں نے بھی یہی پڑھیں مگر انہوں نے کتابوں کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ گناہوں سے بچ کر تقوی والی زندگی گزاری اور ان علوم کے انوارات اپنے سینوں میں بھر لیے۔ یوں ان کے سینے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے خزینے بن گئے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج طلباء کے دلوں پر تالے کیوں لگے ہوئے ہیں؟ دلوں میں محبت الٰہی کی کیفیات کیوں نہیں آتیں؟ حالانکہ انہوں نے گھر چھوڑا، دیس چھوڑا، وطن چھوڑا، عزیز واقارب چھوڑے اور سارا دن قرآن مجید اور حدیث مبارکہ پڑھنے میں مصروف رہتے ہیں، اگر اب بھی ان کے دلوں میں معرفت کی لذت نہیں آتی تو پھر کب آئے گی؟ اور اگر نہیں آتی تو کیوں نہیں آتی؟...... جواب یہ ہے کہ وہ سارا دن اپنے دل میں قرآن وحدیث کا نور اکٹھا کرتے ہیں اور عصر سے مغرب تک کے وقفے میں بازاروں میں نکل جاتے ہیں، وہاں بدنظری کے مرتکب ہو کر اور ہنسی مذاق کی الٹی سیدھی باتیں کر کے اس نور پر جھاڑو پھیر دیتے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر طالب علم کو دوستی لگانے کا مرض ہے تو وہ کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو اس کی کشتی کبھی نہ کبھی بیچ دریا کے ڈوب جائے گی اور اگر طالب علم کتنا ہی غبی اور کند ذہن کیوں نہ ہو اگر اس کو دوستی لگانے کا مرض نہیں ہے تو کبھی نہ کبھی اس کی کشتی کنارے ضرور لگ جائے گی...... اب آپ حصولِ علم کی غرض سے یہاں اساتذہ کے قدموں میں پہنچ چکے ہیں، آپ اپنے اس آنے کی قدر کریں اور ہر قسم کے گناہوں سے بچیں۔

اہلِ نظر کی دعاؤں کی برکات

جب انسان اللہ والوں کی نگاہوں میں آتا ہے تو گناہوں کی دلدل سے نکل جاتا ہے۔ ایک نوجوان سلسلۂ عالیہ میں بیعت ہوئے۔ وہ کہنے لگے کہ میں پاکستان کے وفاق المدارس میں مسلسل تین سالوں سے فرسٹ آرہا تھا مگر گناہ کبیرہ سے نہ بچ سکا، بیعت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمادی۔ ......جی ہاں، یہ نسبت کا نور ہوتا ہے جو سینوں میں منتقل ہوتا ہے۔ یہ بڑوں کی دعائیں ہوتی ہیں جو انسان کے گرد پہرہ دیتی ہیں۔

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

یہ اہلِ نظر کی دعائیں اور اہل ہمم کی ہمتیں ہوتی ہیں۔ وہ تہجد کے اندر گڑگڑا رہے ہوتے ہیں اور ان کے لئے دعا مانگ رہے ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کہاں کہاں کس کس کی دعاؤں کے صدقے گناہوں سے حفاظت فرما رہے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم گناہوں کے پیچھے بھاگ رہے ہوتے ہیں، ہم ترکیبیں ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں، ہم گناہوں کا موقع تلاش کر رہے ہوتے ہیں مگر ہماری کوشش کے باوجود ہمیں گناہوں کا موقع نہیں ملتا۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ہے، یہ اللہ والوں کی دعاؤں کا کمال ہوتا ہے جو وہ تہجد کے وقت سالکین کی ترقی کے لئے مانگ رہے ہوتے ہیں۔

خوفِ خدا ہو تو ایسا......!!!

آج ہم گناہ کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں گناہ کا موقع نہیں ملتا، اس لئے گناہ نہیں کر پاتے۔ جب کہ ہمارے اسلاف ایسے متقی اور پرہیزگار ہوتے تھے کہ ان کو اگر گناہ کا موقع بھی ملتا تھا تو وہ خوفِ خدا کی وجہ سے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے

تھے۔مثال کے طور پر......

ایک تابعی کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو عیسائی بادشاہ نے قید کروا دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان کو قتل کروا دے مگر اس کے وزیر نے کہا کہ نہیں، اس کے اندر بہادری اتنی ہے کہ اگر یہ کسی طرح ہمارے مذہب پر آ جائے تو یہ ہماری فوج کا کمانڈر انچیف بنے گا، ایسا بندہ آپ کو کہاں سے مل سکے گا۔ اس نے کہا اچھا میں اس کو اپنے مذہب پر لانے کی کوشش کرتا ہوں......اس کا خیال تھا کہ میں اس کو لالچ دوں گا...... چنانچہ اس نے ان کو لالچ دیا کہ ہم تجھے سلطنت دیں گے تم ہمارا مذہب قبول کر لو۔ مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی، جب انہوں نے کوئی توجہ ہی نہ دی تو وہ پریشانی کے عالم میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اس دوران اس کی نوجوان بیٹی نے پوچھا، ابا جان! آپ پریشان کیوں بیٹھے ہیں؟ اس نے کہا، بیٹی! یہ معاملہ ہے۔ وہ کہنے لگی، ابا جان! آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کو Track (راستہ) پر لاتی ہوں۔

چنانچہ بادشاہ نے انہیں ایک کمرے میں بند کروا دیا اور اس لڑکی سے کہا کہ تم اسے Track (راستہ) پر لے آؤ۔ اب وہ لڑکی اس کے لئے کھانا لاتی اور بن سنور کر سامنے آتی۔ اس کا یہ سب کچھ کرنے کا مقصد انہیں اپنی طرف مائل کرنا تھا۔ وہ لڑکی اس طرح چالیس دن تک کوشش کرتی رہی مگر انہوں نے اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد وہ ان سے کہنے لگی کہ آپ کیسے انسان ہیں، دنیا کا ہر مرد عورت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور میں اس قدر خوبصورت ہوں کہ ہزاروں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں۔ اور میں تمہارے لئے روزانہ بن سنور کر آتی رہی، مگر تم نے تو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مرد نہیں ہے یا کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے غیر عورت کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے میں نے آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔

اس لڑکی نے کہا کہ جب تمہیں پروردگار کے ساتھ اتنی محبت ہے تو پھر ہمیں بھی

کچھ تعلیمات دو۔ چنانچہ انہوں نے اس لڑکی کو دین کی باتیں سکھانی شروع کر دیں۔ ......شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے...... بالآخر وہ لڑکی اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئی لہٰذا انہوں نے اس کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیا۔ وہ کلمہ پڑھ کر کہنے لگی کہ اب میں مسلمان ہوں لہٰذا اب میں یہاں نہیں رہوں گی۔ بعد میں اس نے خود ہی ایک ترکیب بتائی جس کی وجہ سے ان تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی قید سے نجات مل گئی اور وہ لڑکی خود بھی محلات کو چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ چلی گئی......اللہ اکبر......

حیرت کی بات ہے کہ ایک جوان لڑکی ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے چالیس دن تک تنہائی میں کوشش کرتی رہی مگر انہوں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا...... یا اللہ! ہمیں تو حیرانی ہوتی ہے...... فرشتوں کو بھی تعجب ہوتا ہوگا...... یہ کس لئے تھا؟ اس لئے کہ ان کا تزکیہ ہو چکا تھا اور نفس کے اندر سے گندگی نکل چکی تھی...... مگر آج نوجوانوں کی حالت ایسی ہے کہ وہ گناہ اس لئے نہیں کر پاتے کہ کوئی گناہ کے لئے تیار نہیں ہوتا ورنہ اگر کوئی گناہ کا اشارہ کر دے تو گناہ کے لئے ابھی تیار ہو جائیں۔

اتنی پاکباز ہستیاں......!!!

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اس امت میں ایسی ایسی پاک باز ہستیاں بھی گزری ہیں جن کے گناہ لکھنے والے فرشتے کو بیس بیس سال تک گناہ لکھنے کا موقع ہی نہیں ملا...... اللہ اکبر...... جب یہ حضرات ایسے نامہ اعمال کو لے کر اللہ رب العزت کے حضور پیش ہوں گے اور دوسری طرف ہم ہوں گے کہ گناہ سے کوئی دن خالی نہیں ہوتا۔ حالانکہ سالک کے دل میں تو ہر وقت یہ غم ہونا چاہیے کہ میں نے اپنے وجود سے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کرنی۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم رات کے وقت رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اے مالک! میں

گناہوں سے نہیں بچ سکتا آپ چاہیں تو مجھے بچا سکتے ہیں، آپ میری حفاظت فرما لیجئے۔

سچی پکی توبہ کا ارادہ کریں

ہمارے مشائخ کے پاس جب بھی کوئی آتا ہے تو وہ سب سے پہلا کام ہی یہ کرواتے ہیں کہ بھئی! اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ لہٰذا آج کی اس محفل میں اپنے دل میں پکا ارادہ کرلیں کہ رب کریم! آج ہم اپنے سب گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ ہم نے یہ نیت کرلی تو سمجھ لیجئے کہ ہم نے اپنے دل کو دھولیا اور ہم نے اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے قریب کر دیا۔ ہم جب تک گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک اللہ رب العزت کا وصل نصیب نہیں ہوگا ......اچھا، بعض اوقات شیطان دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ تو فلاں گناہ نہیں چھوڑ سکتا، تو بھئی! اپنے آپ کو سمجھائیں کہ اگر ہم گناہ نہیں چھوڑ سکتے تو اللہ تعالیٰ تو ہم سے گناہ چھڑوا سکتے ہیں کیونکہ ہمارے دل ان کی انگلیوں کے درمیان میں ہیں۔

يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ

[اللہ تعالیٰ جیسے چاہتے ہیں دلوں کو پھیر دیتے ہیں]

اگر اللہ تعالیٰ نے دلوں کو پھیر دیا تو پھر گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔ اس لئے توبہ کرنے کی سچی پکی نیت کر لیجئے اور گناہ کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیجئے۔ بھلے کوئی بندہ روز گناہ کرتا ہے، پھر بھی وہ توبہ کی نیت کر لے......اس کے دو فائدے ہوں گے......ایک فائدہ تو یہ کہ اس توبہ کی وجہ سے آج تک جتنے گناہ کئے وہ تو معاف ہو جائیں گے اور پچھلا حساب بے باق ہو جائے گا۔ یہ تو فائدہ ہے ہی سہی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت مدد فرما کر آئندہ بھی حفاظت فرما دیں گے۔ اول تو دو فائدے ملیں گے ورنہ ایک فائدہ تو لازمی ملے گا۔ لہٰذا توبہ ایک ایسا عمل ہے جو ہر وقت کرتے رہنا چاہیے تا کہ اس توبہ سے ہمارے سابقہ سب گناہ معاف ہو

جائیں۔ ورنہ شیطان کئی دفعہ ورغلاتا ہے اور کہتا ہے کہ..... ''نوسو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی'' ... شیطان طلبا کے ذہن میں ایسی بات ڈال دیتا ہے کہ میں تو روزانہ گناہ کرتا ہوں، میں کیسے توبہ کرسکتا ہوں ... بھئی! سچی بات یہ ہے کہ نوسو چوہے تو کیا ہزار چوہے کھا کر بھی حج کو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ [illegible] تو بھی معاف فرمادیں گے کیونکہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

میرے بندے! اسو دفعہ توبہ کر [illegible] بیٹھا تو اب بھی میرے در پہ آجا میرا در کھلا ہے، تو توبہ [illegible] کا تو میں تیری [illegible] دوں گا۔

ہم تو ایسے [illegible] بیٹھا شروع [illegible] جیسے ہم نے بخشنا ہوتا ہے۔ اگر ہم نے کسی کو بخشنا ہوتا تو پھر واقعی ہم تو اتنی سی غلطی بھی معاف نہ کرتے۔ او خدا کے بندے! اللہ تعالیٰ نے بخشنا ہے اور اللہ رب العزت کی ذات بڑی رحیم و کریم ہے۔ بندے سے معافی مانگنی ہوتی تو یہ بڑا مشکل کام تھا۔ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی ہوتی ہے۔ البتہ جو حقوق بندوں کے تلف کیے ہیں وہ تو بندوں سے ہی بخشوانے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ نے کسی کا دل دکھایا ہے اور کسی کا حق مارا ہے تو اس بندے سے معافی مانگ لیجئے کیونکہ دنیا کی شرمندگی تھوڑی ہے اور آخرت کی شرمندگی بڑی اور بری ہے۔

ایک آدمی دکان پر اکاؤنٹ کا کام کرتا ہے۔ اس کو پتہ بھی ہے کہ آڈٹ والوں نے چیک کرنے آنا ہے اور وہ اپنی کتاب کو چیک ہی نہیں کرتا تو جس دن آڈٹ والے آئیں گے تو وہ جوتے ہی کھائے گا۔ لہٰذا اس کو چاہیے کہ وقت سے پہلے ہی اپنا حساب کتاب دیکھ لے کہ **Figures** (ہندسے) ایک دوسرے کے ساتھ ملتے بھی ہیں یا نہیں۔ جس طرح دکاندار وقت سے پہلے اپنے آڈٹ کے لئے تیار رہتا ہے اسی طرح ہم بھی اپنے قبر کے آڈٹ سے پہلے اپنے آپ کو تیار کرلیں۔ اور یہ بڑا آسان

کام ہے کیونکہ توبہ کرتے وقت کوئی Exercise (ورزش) تونہیں کرنی ہوتی ......اگر کوئی Exercise (ورزش) ہوتی کہ تم نے ڈنڈ بیٹھکیں نکالنی ہیں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی عذر کرتا کہ میں تو کمزور ہوں لہٰذا نکال نہیں سکتا......بھئی! توبہ کا تعلق تو دل کی نیت کے ساتھ ہے، اگر کوئی بندہ دل ہی میں نادم ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ کے مصداق دل کی ندامت پر ہی اس کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

شرمندگی کی آگ

اب ایک مسئلہ سن لیجئے ......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت مَنْ یَّعْمَلْ سُوْءً ا یُّجْزَ بِہٖ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو گناہ کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یا تو سزا دنیا میں ملے گی یا پھر آخرت میں ملے گی۔ دنیا کی سزا یہ ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے اس پر پریشانیاں ڈال دیں گے اور پھر گناہ کو معاف کردیں گے اور اگر پریشانیاں نہ ڈالیں تو پھر اگر وہ بندہ خود توبہ تائب ہو جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیں گے۔ یہ بھی تو ایک قسم کی سزا ہی ہے کہ ایک بندہ اپنے دل میں نادم و شرمندہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ جس بندے نے بھی گناہ کیا اس کو دو میں سے ایک آگ میں جلنا پڑے گا۔ یا تو دنیا میں ندامت اور شرمندگی کی آگ میں جلے، اندر ہی اندر کڑھن ہو، ندامت ہو، معافی مانگ رہا ہو، توبہ کررہا ہو۔ اگر وہ دنیا میں ندامت کی آگ میں جلے گا تو اللہ تعالیٰ آخرت کی آگ سے محفوظ فرمالیں گے اور اگر دنیا میں نادم اور شرمندہ نہیں ہوگا تو ان گناہوں کی وجہ سے آخرت کی آگ میں جلنا پڑے گا۔

اب آسان طریقہ کون سا ہے؟ ......دنیا میں نادم اور شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ

سے معافی مانگ لینا زیادہ آسان ہے کیونکہ ہم آخرت کی آگ میں جلنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہم تو ناز ونعمت کے پلے ہوئے بندے ہیں، ہم تو دھوپ کی گرمی برداشت نہیں کر سکتے بھلا جہنم کی گرمی کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ اسلئے عزیز طلباء! ہمیں چاہئے کہ ہم اسی وقت اپنے تمام گناہوں سے پکی سچی توبہ کرلیں اور دل میں شرمندگی ہو کہ اے میرے مالک! میں اب تک گناہ کرتا رہا، اب مجھے بات سمجھ میں آئی ہے کہ یہ گناہ تو نجاست ہیں اور انہوں نے میرے جسم کے اعضا کو نجس بنا دیا ہے ......اور واقعی اگر اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کی بدبو کو ظاہر فرما دیتے تو ہمارے پاس تو کوئی بیٹھنا بھی پسند نہ کرتا۔ یہ تو پروردگار کی رحمت ہے کہ اس نے پردے ڈال دیئے ہیں......اس لئے یہی دعا مانگیں کہ رب کریم! جس طرح آپ نے ہماری ظاہری نجاستوں کے اوپر پردے ڈال دیئے ہیں اسی طرح ہماری باطنی نجاستوں پر بھی پردے ڈال دیجئے۔

عجیب وغریب سفارشی

یاد رکھیں کہ اگر مکھی کے سر کے برابر بھی بندے کی آنکھوں میں سے آنسو اللہ کے خوف کی وجہ سے نکلے گا تو وہ اس بندے کے لئے کبھی نہ کبھی جہنم سے نکلنے کا سبب بن جائے گا......جہنم میں ایک جہنمی جل رہا ہوگا۔ وہ دیکھے گا کہ جنتی آئے ہیں اور انہوں نے اپنے واقف لوگوں کی سفارشیں کی ہیں اور جہنمیوں کو نکال دیا گیا ہے۔ اس بندے کا کوئی بھی ایسا واقف نہ ہوگا جو اس کی سفارش کرے۔ وہ اپنی بے بسی دیکھ کر پریشان ہوگا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی بھی اس کی سفارش نہیں کرے گا تو اس بندے کی پلکوں کا ایک بال اللہ رب العزت کے سامنے فریاد کرے گا اور کہے گا کہ اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بندہ ایک مرتبہ آپ کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوتے اپنے گناہوں کو یاد کر کے رویا تھا اور اس کی آنکھ سے اتنا چھوٹا سا

آنسو نکلا تھا کہ میں اس سے تر ہو گیا تھا، لہٰذا آپ میری گواہی کو قبول کر لیجئے کہ یہ آپ سے ڈرنے والا بندہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرشتے سے فرمائیں گے کہ تم اعلان کر دو کہ ہم نے اس بال کی گواہی کو قبول کر کے اس بندے کو جہنم سے بری فرما دیا ہے۔ سبحان اللہ۔

گناہ کے موقع سے بچنے کی دعا

اللہ کے حضور دعا مانگا کریں کہ اے اللہ! ہمیں گناہوں کے موقع سے بھی بچا لیجئے۔

غمِ حیات کے سائے محیط نہ کرنا
کسی غریب کو دل کا غریب نہ کرنا
میں امتحان کے قابل نہیں میرے مولا
مجھے گناہ کا موقع نصیب نہ کرنا

یہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں گناہوں سے بچا سکتے ہیں۔

وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ج اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ

[اور میں پاک نہیں کہتا اپنے نفس کو بے شک نفس تو سکھاتا برائی مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے] (یوسف:۵۳)

رب کا رحم کب ہوتا ہے؟...... جب بندہ خود بچنے کی کوشش کرے اور معاملہ اس کے سر سے اوپر پہنچ جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو بچا لیتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب گناہ کی دعوت ملی تھی تو انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس گناہ سے بچا لیا۔

دو عجیب دعائیں

آپ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کریں کہ اے اللہ! شیطان مردود کو ہم سے دور

کر دیجئے۔ چونکہ اللہ والے دعائیں مانگتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرما دیا کرتے ہیں۔ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا جب رات کو تہجد کے لئے اٹھتی تھیں تو دو عجیب دعائیں مانگتی تھیں۔

(۱)......اے اللہ! رات آگئی، ستارے چھٹک چکے، دنیا کے بادشاہوں نے دروازے بند کر لیے، اللہ! تیرا دروازہ اب بھی کھلا ہے، میں تیرے در پر مغفرت کا سوال کرتی ہوں۔

(۲)......اے اللہ! جس طرح آپ نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے اسی طرح شیطان کو میرے اوپر مسلط ہونے سے روک دیجئے۔

جب انسان اس طرح اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت بھی فرماتے ہیں۔

توبہ کرتے وقت رونے کی فضیلت

یاد رکھیں کہ توبہ کرتے وقت رونے کو معمولی نہ سمجھیں بلکہ کوشش کریں کہ آنکھوں میں سے آنسو موتیوں کی طرح گرنے شروع ہو جائیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نبی علیہ السلام کا وعظ سن رہے تھے۔ وعظ سنتے ہوئے ایک صحابی زار و قطار رونے لگ گئے۔ ان کی حالت دیکھ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ آج اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح روئے ہیں کہ ان کی وجہ سے یہاں پر موجود سب لوگوں کے گناہوں کو معاف فرما دیا گیا ہے...... سچی بات عرض کروں کہ اگر نیکوں پر گنہگاروں کی توبہ کا اجر واضح ہو جائے تو وہ بھی گنہگاروں پر رشک کرنے لگ جائیں کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے گناہ کیے تھے مگر ایسی توبہ کی کہ اللہ نے ان کے گناہوں کو ان کی نیکیوں میں تبدیل فرما دیا۔ بلکہ کئی خوش نصیب لوگ ایسے خلوص سے توبہ کرتے ہیں کہ اگر ان کی توبہ کے ثواب کو پورے شہر کے

گنہگاروں پر تقسیم کر دیا جائے تو اللہ رب العالمین ... گنہگاروں کی مغفرت فرما دیں۔

سچی توبہ کی شرائط

توبہ کے لئے یہی کافی نہیں کہ زبان سے کہہ دیا معافی ... تو معاف ... بلکہ توبہ کی قبولیت کیلئے درج ذیل آداب و شرائط کا خیال رکھنا ... ہے۔

(۱) ندامت

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان اپنے کئے ہوئے گناہوں پر نادم ... پشیمان ہو، اَنْ یَّنْدَمَ عَلَیْھَا اسے واقعی شرمندگی ہو کہ میں نے پروردگار کی نافرمانی کر کے برا کیا ہے، مجھ سے زیادہ نمک حرام اور ناشکرا کون ہے؟ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

(۲) گناہ کو چھوڑ دے

جن گناہوں سے توبہ کر رہا ہے انہیں فی الفور چھوڑ دے۔ اگر ابھی تک معصیت میں گرفتار ہے تو پھر توبہ کس بات کی۔ لہٰذا گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ضروری ہے۔

(۳) آئندہ سے نہ کرنے کا ارادہ

دل میں آئندہ سے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ آئندہ میں اس گناہ کے پاس بھی نہیں پھٹکوں گا۔

توبہ کے بعد کرنے کے چار کام

توبہ کی شرائط پوری کرنے کے بعد درج ذیل کام کرنے ضروری ہیں۔

(۱) حقوق العباد کی معافی

یہ بات ذہن میں رکھئے کہ جو حقوق العباد ہوتے ہیں وہ فقط زبان کی توبہ سے معاف نہیں ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف فرما دیتے ہیں لیکن بندوں کے حقوق بندوں کو ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جس پر ظلم کیا تھا اس سے معافی مانگے، جو مال چھینا تھا وہ واپس کردے، کسی کی غیبت کی تھی اس سے معافی مانگے یا اگر کوئی بندہ ان میں سے فوت ہو گیا اور اس نے اس کے ساتھ ظلم کیا تھا تو اس کی طرف سے صدقہ و خیرات کردے تاکہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق والے کو دے دیں اور اسے معاف فرما دیں۔ تو حقوق العباد کی معافی کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ یہ نہیں کہ بس جی ہم حج پر گئے اور واپسی پر ہر چیز معاف ہو گئی چاہے جاتے آتے ہم جو مرضی کرتے پھریں۔

(۲) دل کو منفی جذبات سے خالی کرے

پھر دوسرا کام یہ کرے کہ وہ اپنے دل کو حسد اور کینے سے خالی کرلے۔ کیونکہ جب گناہ سے توبہ کر رہا ہو اور سینہ کینے سے بھرا ہوا ہو تو وہ توبہ بھلا کیا فائدہ دے گی۔ لہٰذا اس کے دل میں مؤمن کے بارے میں انتقام، نفرت اور دشمنی نہ رہے، وہ سب کو اللہ کے لئے معاف کردے۔ ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحابی کو آتے دیکھا تو فرمایا کہ وہ جنتی آرہا ہے، جنتی آرہا ہے۔ سننے والے بہت حیران ہوئے۔ حتیٰ کہ ایک صاحب کے دل میں خیال آیا کہ میں پتہ تو کروں کہ اس کا کون سا خاص عمل ہے کہ اس کے لئے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ اسے کہنے لگے، میرا جی چاہتا ہے کہ میں تین دن آپ کے گھر مہمان بنو۔ انہوں نے کہا، جی ضرور تشریف لائیے۔ وہ ان کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے تین دن تک اس کو دیکھا مگر ان کو کوئی خاص عمل نظر نہ آیا۔ جس طرح باقی لوگ تہجد اور دیگر نوافل پڑھتے تھے

اسی طرح وہ بھی پڑھتے۔ان کو کوئی انوکھی بات نظر نہ آئی۔تین دن کے بعد انہوں نے پوچھا، بھئی! میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے آپ کے بارے میں یہ الفاظ سنے تھے اور اسی لئے میں آپ کے ہاں مہمان بنا کہ مجھے آپ کے اندر وہ خاص عمل نظر آئے جس کی وجہ سے آپ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔لیکن مجھے تو آپ میں کوئی ایسا عمل نظر نہیں آیا،اگر کوئی ہے تو آپ خود ہی بتا دیں۔انہوں نے فرمایا کہ میرا اور تو کوئی خاص عمل نہیں ہے البتہ یہ ہے کہ جب میں رات کو بستر پر سونے کے لئے لیٹتا ہوں تو میں اپنے دل میں ایمان والوں کے بارے میں پائے جانے والے غصہ اور کینہ کو اللہ کے لئے ختم کر دیتا ہوں۔

(۳) فساق وفجار سے علیحدگی اختیار کرے

اس کے بعد تیسرا کام یہ کرے کہ وہ فاسق و فاجر لوگوں سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو جائے۔ہم روزانہ وتر میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں:

وَنَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ

[اور (اے پروردگار!) ہم جدا ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہر اس بندے کو جو فاسق وفاجر ہے]

ہم روزانہ رات کو عشاء کے وقت کھڑے ہو کر نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہاتھ باندھ کر وعدہ کرتے ہیں اور دن پھر انہی لوگوں کے ساتھ گزار رہے ہوتے ہیں۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب ان سے کوئی تعلق ہی نہیں رہے گا چاہے رشتہ داری ہی ہو نہیں، بلکہ اس کے ساتھ دوستی ختم کر دے۔لین دین کا معاملہ تو ہر ایک کے ساتھ کرنا ہی ہوتا ہے، وہ تو کافروں کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔مگر ایک ہوتا ہے دوستی کا تعلق، قلب کا تعلق، وہ توڑ لے۔اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اب اس کو سلام بھی کبھی نہیں کرنا، نہیں بلکہ جو اصول شریعت نے بنا دیئے ہیں ان کی حدود میں رہیں اور دل کی محبت کا جو تعلق تھا اس کو ختم کر لیں اور پرہیز گار لوگوں سے دوستی رکھیں۔اگر پھر بھی بدکار

لوگوں کے ساتھ صحبت رہے گی تو پھر توبہ قبول نہیں ہوگی اور وہ لوگ پھر گناہوں میں ملوث کردیں گے۔اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی گندی نالی میں پڑا ہو تو اس کے اوپر وہی پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا۔اس کو نالی سے نکال کر پاک پانی میں ڈالیں تو پھر وہ صاف ہوگا۔اسی طرح ہم اگر اپنے دل کو پاک کرنا چاہتے ہیں تو فاسق وفاجر لوگوں کی گندی نالی سے اپنے آپ کو بچانا پڑے گا۔پھر اگر اس پر اللہ کے ذکر کے چند قطرے پڑ جائیں گے تو یہ دل پاک اور صاف ہو جائے گا۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے قول کا پاس کریں جو ہم روزانہ اپنے پروردگار کے سامنے کہہ رہے ہوتے ہیں۔

(۴) مُکافاتِ عمل

جب انسان گناہوں سے معافی مانگ لے تو ایک کام اور کرنا پڑے گا۔وہ یہ کہ ان گناہوں کی مکافات کرے۔یعنی جو گناہ کر بیٹھا تھا اب اس کی کمی کو پورا کرے۔اس کے بدلے نیک اعمال کرے۔مثال کے طور پر اگر یہ آدمی غیر محرم پر نظر ڈالتا تھا اور سچی پکی توبہ کر چکا ہے تو اب وہ قرآن پر نظر ڈالے تاکہ وہ نگاہ جو غلط استعمال ہوتی تھی اب وہ نگاہ ٹھیک جگہ پر استعمال ہو رہی ہو۔ماں باپ کے چہرے کو دیکھے تو محبت وعقیدت کے ساتھ دیکھے تاکہ غیر محرم کی طرف دیکھنے کی نحوست ختم ہو جائے۔اسی طرح اگر فرض کریں کہ کسی وقت مسجد میں جنب (ناپاکی) کی حالت میں داخل ہو گیا تھا تو اب توبہ بھی کرے اور اعتکاف کی نیت سے مسجد میں بھی بیٹھے تاکہ وہ جو ناپاکی کی حالت میں داخل ہوا تھا اب اس کمی کو زیادہ عبادت کے ذریعے پورا کردے۔یا فرض کریں کہ ایک آدمی شراب سے توبہ کر لیتا ہے تو اسے چاہئے کہ اب پیاسوں کو پانی پلایا کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیں۔غرضیکہ جو گناہ کیا کرتا تھا اس کے مناسب کوئی اور کام زیادہ کرے تاکہ اس گناہ کا وبال اور ظلمت بالکل ختم ہو جائے۔اگر اس نے مسلمانوں کو تنگ کیا تھا اور توبہ کر لی تو اب ان

مسلمانوں پر احسان کرنے۔ اسی صورت میں یہ توبہ توبہ کہلائے گی۔ یہ نہیں ہے کہ زبان سے تو توبہ کرلی اور عمل میں کوئی تبدیلی بھی نہ آئی۔ اگر نمازیں اور روزے قضا کیئے تو ایک تو ان کو ادا کرے اور جب ادا کرلے اور صاحب ترتیب بن جائے تو پھر نوافل کی کثرت کرے اور دعا کرے کہ یا اللہ! پہلے وقت پر عبادات نہیں کیں اب میں نفلی عبادات بھی کر رہا ہوں کیونکہ میں توبہ تائب ہو چکا ہوں۔ جب انسان ان گناہوں کے مقابلے میں نیکیوں کی کوشش کرتا ہے تو پروردگار پھر اس کی توبہ سے خوش ہو کر اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔ سبحان اللہ۔

سچی توبہ کے چار انعامات

جب بندہ توبۂ نصوح کر لیتا ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ بھی چار کام کر دیتے ہیں:

۱)......اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ

[گناہوں نے توبہ کرنے والا اللہ کا دوست بن جاتا ہے]

۲)......اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح مٹاتے ہیں کہ جیسے اس نے کبھی گناہ کیئے ہی نہیں تھے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ

[گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں]

چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کر لیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو آئندہ شیطان کے فریب اور ہتھکنڈوں سے بچا لیتے ہیں۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر: ۴۲)

[اے مردود! جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا کوئی بس نہیں چل سکتا]

اس کا کیا مطلب؟...... کیا وہ فرشتہ بن گیا؟ کیا اس سے کوئی گناہ صادر ہی نہیں ہوسکتا؟ نہیں، نہیں...... اس کا مطلب یہ ہے کہ اب بھی اس سے کوئی ایسا گناہ تو ہوسکتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے گر جائے یا اسے اللہ کے دربار سے دھتکار دیا جائے لیکن اگر اس سے کوئی چھوٹی موٹی خطا ہوئی بھی تو فوراً اس سے توبہ کر کے معافی مانگ لے گا۔

۴)...... ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ اس کی موت سے پہلے فرشتوں کو بھیج کر اس کے اچھے انجام کی خوشخبری سنا دیتے ہیں۔

تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ،اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ. (حٰم السجدة: ۳۰)

[ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا]

اللہ رب العزت ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرما دے۔

میرے دوستو! توبہ کرتے رہیے کرتے رہیے۔ حتیٰ کہ اتنی بار توبہ کیجئے کہ شیطان تھک جائے اور یہ کہے کہ یہ کیسا بندہ ہے کہ میں بار بار محنت کر کے گناہ کرواتا ہوں اور یہ توبہ کر کے سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ انسان اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرے۔

ایک شرابی کی بخشش کا واقعہ

ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سوئے ہوئے تھے۔ ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے پڑوسی کا جنازہ تیار ہے، تم جا کر اس کا

جنازہ پڑھو۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ ان کا پڑوسی بڑا شرابی بندہ تھا۔ اب وہ اٹھ تو بیٹھے لیکن بڑے حیران تھے کہ اس پڑوسی کے بارے میں مجھے خواب میں فرمایا گیا کہ جاؤ اس کی نماز جنازہ پڑھ کے آؤ۔ پھر ان کے دل میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی وجہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پچھوایا کہ اس کو موت کس حال میں آئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک غافل سا بندہ تھا لیکن موت کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کررہا تھا:

''اے دنیا و آخرت کے مالک! اس شخص پر رحم فرما جس کے پاس نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے۔''

اس عاجزی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت اس کے گناہوں کو معاف فرمادیا...... سبحان اللہ

ایک عورت کی لاجواب توبہ

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں ایک عورت کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھی۔ کسی کو اس کا پتہ بھی نہیں تھا۔ یہ معاملہ اس کے اور اس کے پروردگار کے درمیان تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ احساس ڈالا کہ دنیا کی تکلیف تھوڑی ہے اور آخرت کی زیادہ ہے اور دنیا کی ذلت تھوڑی ہے اور آخرت کی زیادہ ہے۔ لہٰذا مجھے چاہیے کہ میں اپنے اس گناہ کو دنیا میں ہی پاک صاف کرواجاؤں۔ چنانچہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیا۔ اس نے دوسری طرف سے آکر کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے پھر اپنا رخ پھیر لیا۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے چار مختلف اطراف میں رخ کیا اور اس نے چاروں طرف سے آکر بتایا کہ مجھ سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا ہے......

چار مرتبہ کیوں رخ پھیرا؟......اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے چار مرتبہ گواہی لینا چاہتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک حد جاری نہیں ہو سکتی جب تک گواہی نہ ہو۔

اس عورت نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے گناہ کیا ہے اور وہ گناہ میرے پیٹ میں پل رہا ہے۔ اب میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھ پر حد جاری کر کے مجھے اس گناہ سے پاک فرما دیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ابھی جاؤ اور جب وضع حمل ہو جائے تو پھر آنا۔ چنانچہ وہ چلی گئی۔

جب بچے کی پیدائش ہو گئی تو وہ بچے کو لے کر پھر آئی اور پھر عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! اب آپ مجھ پر حد جاری کیجئے۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی اس بچے کو دودھ پلاؤ۔ چنانچہ وہ پھر واپس چلی گئی۔

دو سال دودھ پلانے کے بعد وہ پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی، اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ مجھ پر حد جاری کر دیجئے۔ اب کی بار جب وہ آئی تو بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا جسے وہ کھا رہا تھا......وہ بتانا چاہتی تھی کہ اب یہ میرے دودھ کا محتاج نہیں رہا......اب اس پر حد جاری کی گئی۔

غور کیجئے کہ اس نے وضع حمل سے پہلے اپنے گناہ کا اقرار کیا، پھر دو سال دودھ پلانے کے بھی گزرے۔ مگر اس میں ایسی استقامت تھی کہ وہ بار بار آتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ میں دنیا میں ہی اس بوجھ سے پاک ہو جاؤں۔ چنانچہ اس کو سنگسار کر دیا گیا......سنگسار کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کوئی سخت بات کہہ دی مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''عمر! اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ کے اجر و ثواب کو شہر والوں پر تقسیم کر دیا جائے تو شہر کے سب گنہگاروں کی مغفرت ہو جائے۔''

ایک واقعہ

حافظ ابن قیمؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے سبحان اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک گلی سے گزر رہا تھا۔ ایک دروازہ کھلا، میں نے دیکھا کہ کوئی آٹھ نو سال کا بچہ ہے اور اس کی ماں اس سے خفا ہو کر اس کو تھپڑ لگا رہی ہے، اس کو دھکے دے رہی ہے کہہ رہی ہے تو نافرمان بن گیا ہے، میری کوئی بات نہیں سنتا، کوئی کام نہیں کرتا، دفع ہو جا (چلا جا) یہاں سے۔ یہ کہہ کر ماں نے جو دھکا دیا تو وہ بچہ گھر سے باہر آ گیا۔ فرماتے ہیں کہ ماں نے تو کنڈی لگالی، اب میں وہیں کھڑا رہ گیا کہ دیکھوں اب ہوتا کیا ہے؟ فرماتے ہیں، بچہ رو رہا تھا چونکہ مار پڑی تھی خیر وہ اٹھا اور کچھ سوچتا سوچتا ایک طرف کو چلنے لگا، چلتے چلتے وہ ایک گلی کے موڑ پر پہنچا، وہاں کھڑے ہو کر وہ کچھ سوچتا رہا اور سوچنے کے بعد اس نے پھر واپس آنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے اپنے گھر کے دروازے پر آ گرا اور آ کر بیٹھ گیا، تھکا ہوا تھا، رو بھی کافی دیر سے رہا تھا، دہلیز پر سر رکھا، نیند آ گئی وہیں سو گیا۔ چنانچہ کافی دیر کے بعد اس کی والدہ نے کسی کام کے لئے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتی ہے کہ بیٹا اسی دہلیز پر سر رکھے پڑا ہوا ہے۔ والدہ کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا وہ پھر ناراض ہونے لگی اور کہنے لگی، چلا جا یہاں سے دور ہو جا میری نگاہوں سے، جب اس نے پھر اسے ڈانٹا اب وہ بچہ کھڑا ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے کہنے لگا، امی! جب آپ نے گھر سے دھتکار دیا تھا میں نے سوچا تھا کہ میں چلا جاؤں گا، میں بازار جا کر بھیک مانگ لوں گا، مجھے کچھ نہ کچھ کھانے کو مل جائے گا، امی میں نے سوچا تھا میں کسی کے جوتے صاف کر دیا کروں گا، کچھ کھانے کو مل جائے گا، امی میں کسی کے گھر کا نوکر بن کر رہ جاؤں گا مجھے جگہ بھی مل جائے گی، مجھے کھانا بھی مل جائے گا۔ امی یہ سوچ کر میں گلی کے اس موڑ تک چلا گیا تھا، مجھے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے دنیا کی سب نعمتیں مل جائیں گی لیکن امی جو

محبت مجھے آپ دے سکتی ہیں یہ محبت مجھے کہیں نہیں مل سکتی۔امی یہ سوچ کر میں واپس آ گیا ہوں، امی میں اسی در پر پڑا ہوں تو مجھے دھکے دے یا مارے، میں کہیں نہیں جا سکتا، جب اس بچے نے یہ بات کہی، ماں کی ممتا جوش میں آ گئی اس نے بچے کو سینے سے لگایا اور کہا، میرے بیٹے! اگر تیرے دل میں یہ کیفیت ہے کہ جو محبت تجھے میں دے سکتی ہوں وہ کوئی نہیں دے سکتا تو میرے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

فرماتے ہیں، جب گنہگار بندہ اس احساس کے ساتھ رب کے دروازے پر آتا ہے اور کہتا ہے:

اِلٰهی عَبۡدُکَ الۡعَاصِی اَتَاکَ
مُقِرًّا بِالذُّنُوبِ وَ قَدۡ دَعَاکَ

(اللہ تیرا گنہگار بندہ تیرے در پر حاضر ہے، اے اللہ! گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے آپ سے فریاد کرتا ہوں)

فَاِنۡ تَغۡفِرۡ فَاَنۡتَ لِذَاکَ اَهۡلُ
فَاِنۡ تَطۡرُدۡ فَمَنۡ یَّرۡحَمۡ سِوَاکَ

(اللہ! اگر آپ معاف کر دیں یہ بات آپ کو سجتی ہے، اللہ! اگر آپ ہی دھکا دے دیں تو کون ہے ہم پر رحم کرنے والا اور کون ہے سینے سے لگانے والا)

تو جب انسان اس طرح اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے پھر پروردگار اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں، رب کریم! ہم پر احسان فرمائیے، سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائیے اور آئندہ زندگی کو گزری ہوئی زندگی کا کفارہ بنا دیجئے اور آنے والے وقت کو گزرے وقت سے بہتر فرما دیجئے۔ (آمین)

وآخر دعونا ان الحمد لله رب العٰلمين.